عمران سیریز

شفق کے پجاری

(مکمل ناول)

پیش رس

لیجئے عمران کا اکیسواں کارنامہ بھی حاضر ہے۔ یہ کتاب آپ تک دیر سے پہنچ رہی ہے جس کی وجہ کم از کم کراچی کے باشندے تو جانتے ہی ہوں گے۔ بہر حال دل تو چاہا کہ اس کتاب کو...... "انفلوئنزا" نمبر کے نام سے پیش کیا جائے۔ لیکن پھر خیال آیا آپ کو اور زیادہ بور کرنے سے کیا فائدہ...... ویسے ہی اخبارات کے اندازے کے مطابق کم از کم کراچی کا ہر تیسرا آدمی بذات خود "انفلوئنزہ نمبر" بن کر رہ گیا ہے۔

اب سنا ہے کہ کوئی دوسری لہر آرہی ہے جسے "خونی انفلوئنزا" کے نام سے یاد کیا جارہا ہے۔ ہوگا!...... پڑھنے والوں کو اس سے کیا سروکار۔ انہیں تو وقت پر کتاب ملنی چاہئے۔ نہیں ملے گی تو خطوط کا تار باندھ دیں گے۔ ارے صاحب حد ہوگئی محبت کی...... ایک صاحب نے یہاں تک لکھ دیا کہ "میرا بس چلے تو ابن صفی کا گلا ہی گھونٹ دوں نہ رہے بانس نہ بجے بانسری......"

بھائی صاحب! اب میں خود بھی بانسری بجاتے بجاتے تھک گیا ہوں۔ پتہ نہیں کب بانسری پھینک کر بانس اٹھالوں اور شہر کے ایک

کنارے سے دوسرے کنارے تک دوڑتا چلا جاؤں۔ کراچی کا دوسرا کنارہ کہاں ہے آپ جانتے ہی ہوں گے۔

دیر سویر ہے بس کی بات نہیں۔ مصنف بیچارہ نہ تو کاتب بن سکتا ہے اور نہ پرنٹنگ مشین۔ ویسے کبھی کبھی کاتبوں کو بھی زکام ہو جاتا ہے اور پرنٹنگ مشین تو آئے دن ٹوٹتی پھوٹتی رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ جب بھی کتاب ملنے میں دیر ہو وقت کاٹنے کے لئے خود بھی جاسوسی ناول لکھنا شروع کر دیا کیجئے۔ کیوں کہ بازار میں جاسوسی ناولوں کا سیلاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایسا سیلاب کہ لوگوں کو جاسوسی ناول کے نام ہی سے متلی ہونے لگے اور ابکائیاں آنے لگیں۔ (لکھنے لکھانے سے پیچھا چھڑانے کی ایک یہی صورت نظر آتی ہے۔)

بس اب اجازت دیجئے۔ اس وقت موڈ بہت خراب ہے ممکن ہے میری "لکھواس" سے آپ کا موڈ خراب ہوگیا ہو لہٰذا اب عمران سے ملئے آپ کا موڈ بحال ہو جائے گا۔

ابن صفی

۲۰/جولائی ۱۹۵۷ء

◆

قریب و جوار کے شہروں میں شاہ دارا ہی ایسا شہر تھا جسے عمران نے اچھی طرح نہیں دیکھا تھا.... یوں تو کئی بار اُس کا یہاں آنا ہوا تھا لیکن کبھی شہر دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔! ان دنوں وہ قریب قریب بے کار تھا لہٰذا اس نے سوچا کہ شاہ دارا ہی دیکھ ڈالا جائے۔

وہ تنہا آیا تھا اور یہاں کے سب سے زیادہ شاندار ہوٹل اڈلفیا میں اس کا قیام تھا۔ اڈلفیا میں یہ اس کی پہلی رات تھی.... اور وہ ڈائننگ ہال میں اپنی میز پر تنہا تھا.... اس کے چہرے پر حسب معمول حماقتوں کی آندھیاں چل رہی تھیں۔

تقریباً سات بجے ایک ویٹر اس کی میز کے قریب آیا اور سلام کر کے آرڈر کا منتظر تھا کہ عمران نے احمقانہ انداز میں اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور بال بچوں کی بابت دریافت کرنے لگا۔

ویٹر اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے جھک کر آہستہ سے پوچھا "کیا آپ یہاں پہلی بار تشریف لائے ہیں جناب....!"

"ہاں بھئی.... بالکل پہلی بار....!"

"کسی بڑے ہوٹل میں ٹھہرنے کا اتفاق بھی پہلی ہی بار ہوا ہے....!"

"مم ر.... "عمران ہنس کر بولا "نہیں.... ہاں.... مطلب یہ کہ....!"

"ویٹروں کے سلام کے جواب پر مصافحہ نہیں کیا کرتے....!" ویٹر نے بزرگانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بُرا نہ مانئے گا ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کو ہوٹل کے آداب سے

آگاہ کریں۔ انہیں خصوصیات کی بناء پر اڈلفیا دور تک مشہور ہے۔ ہم ویٹروں میں کوئی بھی نان میٹرک نہیں ہے اور ہیڈ ویٹر نہ صرف گریجویٹ بلکہ لندن کے جیفریز ہوٹل کا تربیت یافتہ بھی ہے۔!"

"آپ سب سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔" عمران چہک کر بولا۔ اور ایک بار پھر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا پھر دفعتاً اسے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر ہکلانے لگا۔ "مم.... معاف کیجئے گا.... مم.... بالکل گدھا ہوں.... ار ر.... یعنی.... کہ.... ٹھیک ہے.... اب مجھے بھوک لگ رہی ہے.... نہاری اور تنوری روٹیاں....!"

"نہاری اور تنوری روٹیاں....!" ویٹر نے حیرت سے دہرایا اور پھر ایسا منہ بنایا جیسے اس فرمائش پر اسے گہرا صدمہ پہنچا ہو۔

"اگر نہاری.... نہ ہو تو.... چنے کی دال....!"

"ٹھہریئے.... آپ تشریف رکھئے.... میں خود ہی آپ کے لئے کھانے کا انتخاب کروں گا۔!"

"ویری گڈ.... بہت خوب....!" عمران پھر خوش ہو گیا اور آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ "بس منی کی ماں مجھے بھی اسی لئے اچھی لگتی ہیں کہ....!"

ویٹر جا چکا تھا۔ عمران نے جملہ پورا کرنے کی بجائے چھت کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

ہال کی ساری میزیں قریب قریب انگیج ہو چکی تھیں۔ یہاں ماحول بہت پُر سکون تھا۔ کسی طرح کی بھی بد نظمی یا بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ لوگ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ قہقہے لگاتے وقت بھی ان کی آوازیں اونچی نہ ہوتیں۔

عمران بور ہو رہا تھا.... آج ہی شام کو وہ یہاں پہنچا تھا۔ لیکن اب اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کہیں باہر جائے۔

کچھ دیر بعد ایک ویٹر اس کی میز پر پلیٹیں لگانے لگا.... یہ وہ ویٹر نہیں تھا جس سے کچھ دیر قبل عمران کی گفتگو ہوئی تھی۔

ویٹر میز کے پاس سے ہٹ گیا اور عمران نے ایک قاب کا ڈھکن اٹھایا.... اس میں چاول تھے۔ عمران کھانے کی شروعات چاولوں سے کرنے کا عادی نہیں تھا اس نے دوسری قاب کا

ڈھکن اٹھایا اس میں ترکاری تھی۔

معمول کے مطابق رغنوں کے بعد اس نے چاول کی طرف ہاتھ بڑھایا اور جب وہ قاب سے پلیٹ میں چاول لے رہا تھا چمچہ کسی ایسی چیز سے ٹکرایا جس نے اُسے قاب کی تہہ تک پہنچنے سے روک دیا۔ عمران نے چمچہ ایک طرف رکھ کر اسے انگلی سے ٹٹولا اور پھر دوسرے ہی لمحہ میں وہ چیز اس کی چٹکی میں دبی ہوئی باہر آگئی۔

یہ موی کاغذ کا ایک چھوٹا سا لفافہ تھا اور اس کے اندر رکھا ہوا کاغذ کا ٹکڑا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے اُسے ایک پلیٹ کے نیچے دبا دیا۔

لیکن اب یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کھانا کھاتا رہتا.... کرسی کی پشت سے ٹک کر اس نے پلیٹ کے نیچے سے نکالا.... وہ گوند سے چپکا دیا گیا تھا اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ اندر رکھے ہوئے کاغذ تک بھاپ یا پانی کا اثر نہ پہنچ سکے۔

اس نے لفافہ کو کھول ڈالا۔ کاغذ کے ٹکڑے پر انگریزی میں ٹائپ کی ہوئی عبارت تھی۔

"سروش محل کے شمالی پھاٹک پر جاؤ۔ پھاٹک سے شمال مشرق کی طرف سو قدم پر جو جھاڑیاں ہیں ان میں ایک بیڑی اور ایک چھوٹی سی مشین ملے گی۔ بیڑی کا تار مشین کے سرخ لٹو سے کنکٹ کر کے اُسے دائیں جانب گھما دینا۔ پھر وہاں سے جتنا تیز دوڑ سکتے ہو دوڑ کر عمارت سے نکل جانے کی کوشش کرنا۔

پجاری

* * *

عمران نے اس عبارت کو تین چار بار پڑھنے کے بعد لفافے سمیت جیب میں رکھ لیا۔

سروش محل شاہ دارا کی ایک بہت مشہور عمارت تھی عمران نے اس کا نام پہلے بھی سنا تھا۔

وہ اس لفافے کے متعلق غور کرنے لگا۔ شاید یہ کسی اور کے دھوکے میں اس تک پہنچا تھا۔

اس کی معلومات کے مطابق سروش محل ایک متمول خاندان کی ملکیت تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کے کسی شناسا نے اسے بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہو۔

ویٹر برتن سمیٹ لے گیا۔ عمران نے بہت غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن اسے کوئی غیر معمولی بات نہیں نظر آئی۔ وہ اس خط سے بالکل ہی بے تعلق معلوم ہوتا تھا۔

عمران نے سوچا کہ ممکن ہے کسی نے اس کی لاعلمی میں یہ حرکت کی ہو۔

وہ کچھ دیر تک وہیں بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر ہوٹل سے باہر آیا۔ وہ بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ اگر اس کے کسی شناسا کا مذاق نہیں تھا تو پھر کیا ضروری تھا کہ کسی اور کے دھوکے میں اسی کے پاس یہ تحریر پہنچتی۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی وہ ایسے اتفاقات سے دوچار ہو چکا ہے۔ مگر اس کی نوعیت ہی دوسری تھی۔ نہ جانے کیوں یہ اسے کسی ڈرامے کا ریہرسل سا معلوم ہوا تھا۔ اور پھر یہ تجویز سی "پجاری" کی طرف سے تھی۔ بھلا پجاریوں کو "بیڑی اور مشین" سے کیا سروکار۔

اُس نے سوچا کہ اگر وہ اس کے کسی شناسا کا مذاق ہے تو اسے ضرور بیوقوف بننا چاہئے۔ آخر وہ تفریح ہی کے لئے تو یہاں آیا تھا اور بیوقوف بننا ہی اس کی سب سے بڑی تفریح تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی حماقتیں الٹا دوسروں ہی کو بیوقوف بنا دیتی ہوں۔

اس نے ایک ٹیکسی کی اور سروش محل کی طرف روانہ ہو گیا.... لیکن اسے علم نہیں تھا کہ وہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ شاہ دارا کی راہوں میں وہ اجنبی تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹیکسی شہر کے باہر پہنچ گئی۔ سروش محل شہر سے تقریباً ڈھائی میل کے فاصلے پر تھا۔

"مجھے عمارت سے تقریباً ایک فرلانگ ادھر ہی اتار دینا۔" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ "اور پھر وہیں میری واپسی کے منتظر رہنا۔!"

"بہت بہتر جناب.... تب تو میرا خیال ہے کہ اب آپ اتر جایئے۔ یہاں سے ایک ہی فرلانگ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ وہ جو روشنیاں نظر آرہی ہیں۔ وہی سروش محل ہے۔!"

"اچھی بات ہے۔ روک دو....!"

ٹیکسی رک گئی۔ عمران نے دس کا ایک نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک طرف کا کرایہ ہوا۔ واپسی کا کرایہ شہر پہنچ کر ادا کروں گا۔!"

یہ ایک طرف کا کرایہ اصل کرایہ کے دوگنے سے بھی زیادہ تھا۔ لہٰذا ڈرائیور دم واپسیں تک اس کا انتظار کر سکتا تھا۔

عمران ٹیکسی سے اتر کر روشنیوں کی طرف چل پڑا۔ جو زیادہ دور نہیں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے خود کو ایک اونچی دیوار کے نیچے پایا۔

وہ وہیں ٹھہر کر سمتوں کی طرف غور کرنے لگا لیکن.... یہ ایک مشکل کام تھا۔ تحریر سے تو یہی مترشح تھا کہ عمارت کے کئی پھاٹک ہوں گے۔ مگر فی الحال اُن میں سے ایک بھی عمران کی نظر میں نہیں تھا۔ کسی ایک پر پہنچنے کے بعد ہی وہ سمت کا تعین کر سکتا تھا۔ تحریر کے مطابق اسے شمالی پھاٹک پر پہنچنا تھا۔

وہ دیوار کے نیچے نیچے ایک طرف چل پڑا۔ شاید یہ اصل عمارت کے گرد چار دیواری تھی وہ چلتا رہا اس کا اندازہ تھا کہ چہار دیواری کئی میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔ بالآخر وہ ایک پھاٹک تک پہنچ ہی گیا۔ پھر اسے اتفاق ہی کہنا چاہئے کہ سمت بھی شمال ہی نکلی۔ یعنی وہی اس عمارت کا شمالی پھاٹک تھا۔

عمران شمال مشرق کی طرف مڑ کر آگے بڑھتا ہوا اپنے قدم گننے لگا۔ ٹھیک سو قدم چلنے کے بعد وہ ان جھاڑیوں کے قریب پہنچ گیا جن کے متعلق اس پراسرار خط میں تحریر تھا۔

اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور جھاڑیوں میں گھس پڑا.... پھر دوسرے ہی لمحے میں اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اس کے کسی شناسا کا مذاق نہیں تھا۔

اسے وہ بیٹری بھی مل گئی اور وہ مشین بھی جس سے بیٹری کا تار منسلک کر دینے کی ہدایت خط میں موجود تھی۔ اور پھر اب اسے وہ تار بھی نظر آیا جو بیٹری سے نکل کر جھاڑیوں کے باہر چلا گیا تھا۔ عمران اسی پر نظر جمائے ہوئے باہر نکل آیا۔ اس تار کا سلسلہ پھاٹک تک چلا گیا تھا۔ لیکن اس کے آگے کا حال عمران کو نہ معلوم ہو سکا کیونکہ پھاٹک بند تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے.... یہ تو ایک انتہائی خطرناک کھیل معلوم ہوتا تھا اور یہ کسی بہت ہی چالاک آدمی کی حرکت تھی اور شاید اسے اس کام کے لئے کسی احمق ہی کا انتخاب کرنا تھا جو کم از کم اس مشین کی اصلیت سے ناواقف رہا ہو گا۔ مشین میں چاروں طرف ڈائنامائیٹ کی ٹلکیاں فٹ تھیں اور اس کے تار کے آخری سرے پر بھی غالباً ایسی ہی ایک مشین رہی ہو گی جو پھاٹک سے گزر چہار دیواری کے اندر تک چلا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مشین کا سرخ پیچ گھماتے ہی دھماکے ہوتے۔ ایک چہار دیواری کے اندر اور دوسرا ان جھاڑیوں میں جس سے خود پیچ گھمانے والے کے پرخچے اڑ جاتے۔

ظاہر ہے کہ اصل مجرم نے اس کام کے لئے کسی ایسے ہی آدمی کا انتخاب کیا ہو گا جس کے

لئے یہ مشین ایک نئی چیز رہی ہو گی اور اس کے دھوکے میں ہدایات عمران کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہدایات پہنچانے والے کو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہو کہ وہ ایک بیوقوف سا آدمی ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ بیوقوف آدمی اڈلفیا میں قیام کرنے والوں ہی میں سے ہو۔

اس نے بیٹری سے تار الگ کیا اور اسے سمیٹتا ہوا پھاٹک تک لیتا چلا گیا۔ پھر نیچے جھک کر دروازے کے نیچے سے اُسے اندر پھینک دیا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں اس کی عدم موجودگی میں وہی آدمی نہ پہنچ جائے جس کے لئے وہ پیغام تھا۔ ہو سکتا تھا کہ سازش کرنے والے کو اپنی یا ویٹر کی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔

پھر اس نے اس تار کو بھی نکال دیا جو بیٹری کو مشین سے منسلک کرتا تھا۔ اُس نے سوچا ممکن ہے وہ بیوقوف آدمی ہی آجائے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہدایات کے مطابق سرخ پیچ گھما دیتا اور خود اس کے پرخچے اڑ جاتے۔

اتنا کر لینے کے بعد عمران ٹیکسی کی طرف چل پڑا۔ ڈرائیور اسٹیئرنگ پر جھکا ہوا اونگھ رہا تھا۔ عمران نے اُسے جھنجھوڑا اور اندر بیٹھتا ہوا بولا ”اب مجھے سروش محل کے اُس پھاٹک پر لے چلو جس سے آمد و رفت رہتی ہے۔!“

گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا وہ پلک جھپکتے ہی مشرق پھاٹک پر پہنچ گیا۔ اسی پھاٹک سے آمد و رفت رہتی تھی۔ مگر اب پھاٹک بند ہو چکا تھا دربان ٹیکسی کے قریب آگیا۔

”نواب صاحب ہیں۔!“ عمران نے اپنے لہجے میں وقار پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”جی حضور.... مگر اب وہ سونے کے کمرے میں ہوں گے اور ہمارے لئے سخت آرڈر ہے کہ ہم نو بجے کے بعد پھاٹک ہرگز نہ کھولیں۔!“

”یہ بہت ضروری ہے میں ایک خاص آدمی ہوں۔ یا تو مجھے اندر جانے دو یا میرا کارڈ بھجوا دو۔!“

دربان نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اور سوئچ آف کرتا ہوا بولا۔ ”مجھے کسی دوسرے خاص آدمی کا علم نہیں ہے.... جس کے لئے کہا گیا تھا وہ اندر ہی ہے۔!“

”تم میرا کارڈ پہنچا دو۔!“

"صاحب میں حکم کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں ویسے ٹھہریئے میں سیکریٹری صاحب کو فون کرتا ہوں۔ وہ پھاٹک کے بائیں جانب والے کیبن میں چلا گیا لیکن دوبارہ پھاٹک پر آنے میں دیر نہیں لگی۔ اس نے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کا قفل کھولتے ہوئے کہا "اندر آجایئے.... سیکریٹری صاحب آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ مگر واضح رہے کہ میں پٹھان ہوں اور میری زندگی کا بیشتر حصہ فوج میں گزرا ہے۔!"

"واضح رہے گا۔!" عمران نے جھک کر پھاٹک میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ کیبن کے فون پر نواب رفعت جاہ کے سیکریٹری سے باتیں کر رہا تھا۔

"میں پرنس آف ڈھمپ ہوں۔!" عمران نے پر وقار لہجے میں کہا۔

"ڈھمپ" دوسری طرف سے متحیرانہ آواز آئی۔ "میں نے اس ریاست کا نام آج تک نہیں سنا جناب۔!"

"تمہاری خوش قسمتی ہے کہ آج تم سن رہے ہو۔ ہم نواب رفعت جاہ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیا یہ ملاقات نواب صاحب کے لئے متوقع ہوگی۔" سیکریٹری نے پوچھا۔

"ہم زیادہ گہری اردو نہیں سمجھ سکتے۔ اگر ہم اپنی زبان بولنا شروع کردیں تو تم اپنے کانوں کے پردے پھاڑ ڈالو گے۔ ملاقات تو ہم سمجھ گئے لیکن یہ متوقع کیا بلا ہے۔!"

"مطلب یہ ہے کہ.... نواب صاحب آپ کو پہچانتے ہیں یا نہیں۔!"

"نہیں پہچانتے تو اب پہچان لیں گے.... تم ہمارا پیغام ان تک پہنچا دو۔!"

"وہ استراحت فرما رہے ہیں۔!"

"استراحت کسے کہتے ہیں۔!"

"یعنی کہ آرام فرما رہے ہیں۔!"

"یعنی بھی شامل ہے آرام میں۔!" عمران نے کہا۔

"آپ صبح ملئے گا جناب....!"

"کیا نواب رفعت جاہ کی لاش صبح ہم سے گفتگو کر سکے گی۔!"

"کیا مطلب....!"

"مطلب یہ کہ رات کے کسی حصے میں یہ عمارت لازمی طور پر خاک کا ڈھیر ہو جائے گی۔!"

"اوہ.... ذرا ٹھہریئے.... میں ابھی حاضر ہوا....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

عمران نے بھی ریسیور رکھ دیا اور جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ اس کی پیشین گوئی نے نواب رفعت جاہ کے سیکریٹری کو اس درجہ سراسیمہ کردیا کہ وہ دیکھنے کے لئے پھاٹک پر آرہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے قدموں کی آہٹیں سنیں جو رفتہ رفتہ قریب آرہی تھیں یہ کم از کم دو آدمی تھے۔ عمران نے چیونگم کو دانتوں میں دبائے ہوئے سوچا کہ یہاں خوف کے آثار پائے جارہے ہیں جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ کوٹھی کے افراد اپنے خلاف کسی قسم کی سازش کا شبہ ضرور رکھتے ہیں۔

عمارت سے آنے والے دو آدمی عمران کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

چوکی دار نے کیبن میں رکھی ہوئی لالٹین کی بتی اونچی کردی تھی۔ آنے والوں میں سے ایک نے بے ساختہ "ارے" کہہ کر اپنے ہونٹ سکوڑ لئے اور عمران نے دوسرے کی نظر بچاتے ہوئے اسے آنکھ مار کر کہا۔ "تم لوگ اس وقت پرنس آف ڈھمپ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کر رہے ہو۔!"

جس نے عمران کو دیکھ کر حیرت ظاہر کی تھی دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ لیکن دوسرے آدمی نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔!"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ عمارت خاک کا ڈھیر نہ ہونے پائے اور نواب رفعت جاہ بصد جاہ و حشم سروش محل کی زینت بنے رہیں۔!"

"سبحان اللہ کیا کلام ہے۔ پہلے آدمی نے سر ہلا کر داد دی لیکن عمران کی طرف نہیں مڑا۔

"اگر آپ نے سیدھی طرح گفتگو نہ کی تو ابھی پولیس کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔!"

"ارے.... ارے.... سیکریٹری صاحب" پہلا آدمی جس نے عمران کو دیکھ کر حیرت ظاہر کی تھی بول پڑا۔ "آپ گستاخی فرما رہے ہیں۔ شہزادہ عالی وقار کی شان میں۔ میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اف فوہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان کے قدم یہاں تک آئے ہیں اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"کیا مطلب.....!" سیکریٹری اسے گھورنے لگا۔

"آپ ان سے پوچھئے تو کہ کیوں تشریف لائے ہیں۔!"

"ہم اس لئے تشریف لائے ہیں۔" عمران نے اکڑ کر کہا "تشریف نہیں لائے بلکہ ہمیں ایک ٹیکسی لائی ہے۔ بہر حال ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ اس عمارت میں ایک ایسا ڈائنا مائیٹ موجود ہے جو اسے ننھے ننھے سنگریزوں میں تبدیل کردے گا۔!"

"میرے خدا.....!" پہلا آدمی اچھل پڑا۔ لیکن سیکریٹری کی آنکھوں سے بے یقینی جھانکتی رہی۔

"اگر یقین نہ ہو تو ہمارے ساتھ شمالی پھاٹک کی طرف چلو۔!" عمران پھر بولا۔

"کیا تم انہیں پہچانتے ہو۔!" سیکریٹری نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

"اچھی طرح جناب.....!" اس نے جواب دیا۔

"یہ ڈھمپ کون سی ریاست ہے..... کہاں ہے..... میں نے تو آج تک اس کا نام نہیں سنا۔!"

"آج تو تم سن رہے ہو۔ آج سے پہلے نہ سنا ہوگا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ڈھمپ کی کہانی بہت لمبی ہے۔ ہو سکتا ہے ہم کہانی شروع کردیں اور ادھر دھماکہ ہو جائے۔!"

"میرا خیال ہے پھاٹک کی طرف ضرور چلئے۔!" سیکریٹری کے ساتھی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"لیکن اگر کوئی الٹی سیدھی بات ہوئی تو اس کی تمام تر ذمہ داری تم پر ہوگی۔!" سیکریٹری بولا۔

"میں ذمہ داری سے نہیں گھبراتا۔ آپ مجھ پر اعتماد کیجئے۔!" اس کے ساتھی نے کہا۔

"اچھی بات ہے لیکن میں تین مسلح محافظوں کو بھی ساتھ لے چلوں گا۔!"

"ہماری طرف سے تین سو کی اجازت ہے۔!" عمران بولا۔

سیکریٹری نے کیبن کے فون پر کسی کو مخاطب کر کے تین مسلح محافظوں کے لئے کہا اور ان کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا ساتھی اب بھی عمران کو گھورے جا رہا تھا۔ لیکن اب عمران اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ ویسے عمران بھی اسے وہاں دیکھ کر متحیر ضرور ہوا تھا۔ وہ سارجنٹ بد بد تھا۔ اس کا اس زمانہ کا ماتحت جب وہ محکمہ سراغرسانی کے شعبہ کار خاص کا آفیسر تھا۔

محکمے کے لئے بد بد کی ناکارگی ضرب المثل کی سی حیثیت رکھتی تھی اور اس کا اسی وقت تبادلہ ہو گیا تھا جب عمران نے شعبہ کار خاص کی آفیسری کو خیر باد کہا تھا۔ اس کے بعد سے پھر آج عمران کو اس کی شکل دکھائی دی تھی۔

کچھ دیر بعد تین باوردی اور مسلح محافظ وہاں پہنچ گئے۔

"چلئے جناب.....!" سیکریٹری نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ شاید اسے یہ ناوقت بھاگ دوڑ گراں گزر رہی تھی۔ وہ شمالی پھاٹک پر آئے اور عمران نے اس تار کی طرف اشارہ کیا جو ڈھیر کی شکل میں پھاٹک کے نیچے پڑا ہوا تھا اور پھر اس کی تارچ کی روشنی اس سمت رینگ گئی جدھر اس کا دوسرا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

"اور وہ بیٹری جس کے ذریعے ڈائنا مائیٹ کام میں لایا جاتا۔ پھاٹک کے باہر جھاڑیوں میں موجود ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہم نے تار اس سے الگ کر کے یہاں اندر ڈال دیا تھا۔ تاکہ ہماری عدم موجودگی میں کوئی اسے استعمال نہ کرنے پائے۔!"

سیکریٹری کچھ نہ بولا۔ ویسے اب وہ لوگ تار کو نظر میں رکھے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اصل عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئے یہاں تار ایک بدرو میں داخل ہو کر غائب ہو گیا تھا۔

سیکریٹری کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور بد بد آہستہ سے بولا "دیکھا جناب میں نہ کہتا تھا۔!"

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ڈائنا مائیٹ تک پہنچ گئے جو نواب رفعت جاہ کی خواب گاہ میں رکھا ہوا تھا۔ ان کی مسہری کے نیچے مسہری پر پڑی ہوئی چادر فرش تک لٹک رہی تھی۔ اس لئے اس کے اتفاقاً دیکھ لیے جانے کا بھی امکان نہیں تھا۔

نواب رفعت جاہ حیرت سے عمران کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ کچھ بولے نہیں۔ ویسے عمران نے ان کی آنکھوں میں بے یقینی صاف پڑھ لی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسے بھی سازش ہی کا ایک حصہ سمجھ رہے ہوں۔

باہر کی جھاڑیوں میں بھی انہوں نے بیٹری اور ڈائنا میٹ دیکھے عمران نے انہیں بتانا شروع کیا کہ اسے استعمال کرنے والا بھی کس طرح ذلیل ہو جاتا۔

"میں اب یہ کیس پولیس ہی کے سپرد کردوں گا۔!" نواب رفعت جاہ آہستہ سے بڑبڑائے۔ پھر بولے۔ "مگر آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہاں ڈائنا مائیٹ رکھے گئے ہیں۔!"

“اگر سازش کرنے والے دھوکہ نہ کھاتے تب بھی ہمیں کسی نہ کسی طرح علم ہو جاتا۔ ہم ہوا میں جرائم کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ نواب صاحب....!”

“صاف صاف کہئے جناب.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی بڑی پریشانی کا شکار ہو جائیں۔!”

“ناممکن....!” عمران سر ہلا کر بولا۔ “دنیا کی سب سے بڑی پریشانی ہے کثیر الاولاد ہونا۔ لیکن ہم نے ابھی تک شادی ہی نہیں کی اور نہ اولاد کے ڈر سے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے سب ٹھیک ہے۔!”

“دریں چہ شک.... سبحان اللہ.... کیا نکتہ بیان فرمایا ہے شہزادہ عالی وقار....!”

بدبد نے برجستہ کہا اور نواب صاحب اس کی طرف گھوم پڑے۔

“کیا تم انہیں جانتے ہو....!”

“یقیناً حضور والا.... اگر میں ان سے واقف نہ ہوتا تو یہ بھلا آپ کی خواب گاہ میں کیسے داخل ہو سکتے۔!”

“یہ کہاں کے شہزادے ہیں۔!”

“شہزادے.... جناب.... شمال کی طرف.... اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان.... جہاں برفانی چوٹیاں.... بدبد بات کو خواہ مخواہ طول دینے لگا تھا کہ عمران بول پڑا۔ “ہم والئی ڈھمپ کے سب سے بڑے نورِ نظر ہیں.... بلکہ لختِ جگر بھی۔!”

“ڈھمپ.... میں نے اس ریاست کا نام پہلی بار سنا ہے۔!”

“چلئے خیر سُن لیا۔!” عمران سر ہلا کر بولا۔ “بہتیرے ایسے بدنصیب بھی ہیں جنہیں شاید زندگی بھر سننا نصیب نہ ہو۔ ویسے ہم آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ تنہائی میں تھوڑا سا وقت دیں گے۔!”

“کس مسئلے پر....!” نواب رفعت جاہ اُسے گھورتے ہوئے بولے۔

“یہی مسئلہ.... یعنی کہ پجاریوں والا.... جی ہاں۔!”

“تم انہیں اچھی طرح جانتے ہو....!” رفعت جاہ نے بدبد سے پوچھا۔

“ججج.... جناب والا.... اچھی طرح.... آپ مطمئن رہیے.... شش.... شہزادہ عالی وقار.... عقل سکندر و ارسطو رکھتے ہیں.... مم.... مطلب یہ کہ....!”

“آیئے میرے ساتھ....!” نواب صاحب کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ وہ ایک کمرے میں آئے۔ رفعت جاہ کے ساتھ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں آیا تھا۔

“ہمارا قیام اڈلفیا میں ہے نواب صاحب....!” عمران نے کہا۔

“تشریف رکھئے۔!” نواب صاحب نے ایک بار پھر اسے نیچے سے اوپر تک گھورتے ہوئے کہا۔

عمران ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ “ہم رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ ایک قاب میں ایک پجاری نظر آیا۔!”

“کیا مطلب....!”

عمران نے جیب سے وہی کاغذ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا جس نے اسے اس وقت یہاں آنے پر مجبور کیا تھا۔ رفعت جاہ اُسے پڑھنے لگے۔ عمران بہت غور سے ان کے چہرے کا جائزہ لے رہا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ چہرے کا رنگ پھیکا پڑتا جا رہا ہے۔

“یہ.... یہ کاغذ....!” وہ تھوک نگل کر بولے۔ “آپ کو کہاں ملا تھا۔!”

“چاول کی قاب میں....!”

“میں کیسے یقین کر لوں....!”

“اگر آپ یقین نہ کریں گے تو ہم روتے روتے مر جائیں گے۔ لہٰذا اس سے قبل ہی ہمیں یہاں سے کھسک جانا چاہئے تاکہ ہماری تجہیز و تکفین کا بار آپ پر نہ پڑے۔!”

عمران کرسی سے اٹھ گیا۔

“آپ اتنی آسانی سے نہیں جا سکیں گے جناب....!” رفعت جاہ نے سخت لہجے میں کہا۔

“اوہ.... تو کیا آپ ہمارے لئے اونٹ گاڑی منگوائیں گے۔” عمران نے حیرت سے کہا۔ “کیونکہ دنیا میں وہی ایک دشوار ترین سواری ہے۔!”

“آپ میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کیجئے....!” رفعت جاہ کا لہجہ اور سخت ہو گیا۔ “آپ اس وقت تک میرے باڈی گارڈز کی نگرانی میں رہیں گے جب تک کہ پولیس نہ آ جائے۔!”

“اگر پولیس نے ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیا تو کیا ہو گا۔!”

“یہ آپ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔!”

"ہم سے بڑی زبردست غلطی ہوئی رفعت جاہ۔!" عمران نے پُروقار لہجے میں کہا "ہمیں چاہئے تھا کہ ہم مشین کا سرخ لٹو گھمادیتے۔!"

"کیا آپ پولیس کی موجودگی میں بھی یہ جملہ دہرا سکیں گے۔!"

"کیوں نہیں.... کیوں نہیں.... لیکن آپ براہ کرم پولیس والوں کو ہدایت کر دیجئے گا اپنی سرخ ٹوپیاں اتار کر ہمارے سامنے آئیں گے۔ ہمیں صرف سرخ ٹوپیوں سے وحشت ہوتی ہے نواب صاحب.... ہام.... خیر.... لیکن پولیس کے آنے سے پہلے ہی اگر آپ پجاری کا راز ہم پر ظاہر کر دیں تو بہتر ہے۔!"

"میں اب اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔!"

"اف فوہ.... ہم سچ مچ بڑی مصیبت میں پھنس گئے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ہم نے سنا تھا کہ شاہ دارا میں تلی ہوئی نمکین مونگ پھلیاں بکثرت ملتی ہیں اس لئے ہم نے یہاں قدم رنجہ فرمایا تھا.... مگر ہیہات....!"

نواب رفعت جاہ نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا اور دوسرے ہی لمحے میں دو مسلح پٹھان کمرے میں داخل ہو کر خاموشی سے کھڑے ہوگئے۔

"تم ان پر نظر رکھو....!" رفعت جاہ نے ان سے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔

پٹھان دروازے پر جم گئے ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ عمران کرسی پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے گا۔ اس کا مطلب تو یہی تھا کہ رفعت جاہ کے لئے اس قسم کا کوئی واقعہ غیر متوقع نہیں تھا لیکن شاید وہ سازش کرنے والوں کی شخصیتوں سے واقف نہ تھے ورنہ وہ اتنے بدحواس نہ نظر آتے۔

عمران نے دونوں پٹھانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پتھر کے بتوں کی طرح خاموش کھڑے رہے۔ تقریباً پون گھنٹے تک اسے وہیں بیٹھے رہنا پڑا۔ پھر اطلاع ملی کہ پولیس آگئی ہے جس ملازم نے اطلاع دی تھی اسی نے بتایا کہ عمران کو ہال میں طلب کیا گیا۔

"ہماری بڑی توہین کی جا رہی ہے ہم تو رفعت جاہ پر ہتک عزت کا مقدمہ چلائیں گے۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن اسے ہال تک جانا ہی پڑا کیونکہ دونوں پٹھان قضائے مبرم کی طرح سر پر سوار تھے۔

ہال میں نواب رفعت جاہ دو سب انسپکٹروں اور پانچ باوردی کانسٹیبلوں سمیت نظر آئے۔ عمران بڑی لاپرواہی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پولیس والے اُسے بُری طرح گھور رہے تھے۔ کیونکہ اب عمران کے چہرے پر اچھی طرح حماقت برسنے لگی تھی وہ کبھی اس کی طرف دیکھتے اور کبھی نواب رفعت جاہ کی طرف۔

"آپ کہاں کے شہزادے ہیں جناب....!" ایک سب انسپکٹر نے اس سے پوچھا۔

"شاید ہم کسی یتیم خانے کے ہیں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔ "جسے دیکھئے یہی سوال لئے چلا آرہا ہے۔ ڈھمپ کا شہزادہ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ہر ایک کو ڈھمپ کا جغرافیہ سمجھاتے پھریں۔!"

"آپ براہِ کرم سوالات کا جواب دیتے وقت محتاط رہئے۔!" سب انسپکٹر خشک لہجے میں بولا۔

"ہم پیدائشی محتاط ہیں۔ سنا ہے کہ بہت احتیاط سے پیدا کرائے گئے تھے۔" عمران نے جواب دیا۔ اس کی حماقت آمیز سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"آپ کا نام مع ولدیت.... وسکونت.... بتائیے.... آپ کا تحریری بیان ہوگا۔ اگر آپ یہ نہ ثابت کر سکے کہ آپ کسی ریاست کے شہزادے ہیں... تو... !"

"ہاں ہم جانتے ہیں کہ اس صورت میں ہمیں بہت دھوم دھام کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا.... سیکریٹری.... اوہ لاحول.... ولا.... یہاں کہاں ہے ہمارا سیکریٹری۔!"

"جی نہیں.... آپ کو حوالات کی ہوا کھانی پڑے گی۔" سب انسپکٹر نے جھلا کر کہا۔

عمران نے چاروں طرف دیکھا اور بڑے پُروقار انداز میں بولا۔ "ہمیں حوالات میں رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ....!"

دفعتاً کھٹاکے کی آواز آئی اور ایک خنجر سامنے والے دروازے میں پیوست نظر آیا۔ وہ بائیں جانب والی کھڑکی سے آیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے ہال کی فضا پر قبرستان کا سا سناٹا مسلط ہوگیا۔ پھر سب سے پہلے نواب رفعت جاہ اپنی جگہ سے اٹھے اور جھپٹ کر کھڑکی بند کر دی جس سے خنجر آیا تھا۔ پولیس والوں نے بھی کرسیاں چھوڑ دیں لیکن عمران بدستور بیٹھا رہا۔ اس نے صرف ایک بار ہی اس خنجر کی طرف دیکھا تھا اور اب اس طور پر بیٹھا کان کھجا رہا تھا۔ جیسے کسی نے بہت ہی

بھونڈے قسم کا مذاق کیا ہو۔

نواب رفعت جاہ نے خنجر دروازے سے نکال لیا تھا اور اب اس کاغذ کی تہیں کھول رہے تھے.... جو خنجر کے دستے سے لپیٹا ہوا تھا۔

دونوں سب انسپکٹر ان کے قریب ہی کھڑے تھے۔ دفعتاً عمران نے کہا۔

"اگر یہ خنجر کسی کے سینے میں پیوست ہو جاتا تو.... لیکن آپ لوگوں کا اطمینان قابل داد ہے۔ کم از کم ڈھمپ میں تو ایسا نہیں ہوتا۔!"

ایک سب انسپکٹر نے کھانس کر بُرا سا منہ بنایا اور کانسٹیبلوں پر بگڑنے لگا۔ "بائیں تم لوگ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ دیکھو نکل کر جانے نہ پائے۔!"

دوسرا سب انسپکٹر جو شاید اس سے جونیئر تھا کانسٹیبلوں کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا.... اور نواب رفعت جاہ اس عبارت کو پڑھتے رہے جو خنجر والے کاغذ پر انگریزی حروف میں ٹائپ کی گئی تھی۔ پڑھ چکنے کے بعد بھی اُسے مٹھی میں دبائے رہے لیکن ساتھ ہی وہ عمران کو بھی گھورے جا رہے تھے۔

"کیا بات ہے....؟" سب انسپکٹر نے کہا اور رفعت جاہ چونک پڑے ان کے چہرے کی جھریاں کچھ اور گہری معلوم ہونے لگی تھیں۔ ان کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ جسم اب بھی بہت اچھا تھا۔ اگر چہرے پر جھریاں نہ ہوتیں تو وہ پچاس سے زیادہ معلوم نہ ہوتے۔ ویسے وہ روزانہ شیو کرنے کے عادی تھے۔

"ٹھہریے....!" انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "اب اگر یہ بات آپ لوگوں کے سامنے آگئی ہے تو میں شروع ہی سے بتاؤں گا۔!"

نواب رفعت جاہ خاموش ہو گئے تھے۔ ان کی آنکھوں سے گہری تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔ دفعتاً سب انسپکٹر نے انہیں ٹوکا۔

"میں منتظر ہوں جناب....!"

"او ہاں.... دیکھئے....!" وہ پھر چونک پڑے۔ "میں دراصل یہ سوچ رہا تھا کہ اس طلسم ہوشربا کی داستان کو کہاں سے شروع کروں.... میں نے سیکس روہمر کے پراسرار ناول بھی پڑھے ہیں۔!"

"فومانچو کی خالا بھی پڑھی ہے آپ نے....!" عمران نے جھک کر پوچھا۔

"آپ براہِ کرم خاموش رہیے۔" نواب رفعت جاہ نے غصیلی آواز میں کہا۔

"تب پھر آپ نے ممانی کی فومانچو.... اُوہ.... فومانچو کی ممانی کیا پڑھی ہو گی۔"

"خاموش رہیے....!" سب انسپکٹر نے بھی عمران کو للکارا۔

عمران جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا اور رفعت جاہ بولے سیکس روہمر کے پُراسرار ناولوں ہی کی طرح یہ بھی ایک پُراسرار داستان ہے۔ لیکن شاید بیسویں صدی کا ذہن اسے قبول نہ کرے۔ لیکن اب جب کہ حالات ایسی شکل اختیار کر چکے ہوں تو مجھے زبان کھولنی ہی پڑے گی۔!"

لیکن اگر اسی رفتار سے کھلتی رہی تو شاید ہمیں ایک ماہ تک یہیں بیٹھا رہنا پڑے گا۔" عمران نے اپنی آنکھوں کو گردش دے کر کہا۔

"آپ پھر بولے....!" سب انسپکٹر غرایا۔

عمران نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ رفعت جاہ نے پھر وہی داستان شروع کر دی۔

"مجھے دراصل فن مصوری کے نوادرات جمع کرنے کا شوق ہے۔ میرے پاس بہتیرے مشہور مصوروں کے اوریجنل کارنامے ہیں۔ دور دور سے لوگ انہیں دیکھنے آتے ہیں۔ پچھلے سال ایک جرمن بھی یہاں آیا تھا جو بہت روانی کے ساتھ سنسکرت بول سکتا تھا۔!"

"سنسکرت غالباً کھائی جاتی ہے۔!" عمران تشویش کن لہجے میں بڑبڑایا۔ لیکن نواب رفعت جاہ اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کہتے رہے۔ "اس جرمن نے مجھے تین تصویروں کے دس ہزار روپے کا آفر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ میں نے انکار کر دیا ہو گا۔ وہ شفق کے تین مناظر تھے اور جرمن کا کہنا تھا کہ وہ اس کے فرقے کے کسی مذہبی پیشوا کی تخلیق تھے وہ خود کو شفق کا پجاری کہتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ اس نے اس شفق پرست فرقے کے ڈانڈے کہاں سے ملائے تھے۔ بہرحال اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ بھی آفتاب پرستوں یا ستارہ پرستوں کی طرح شفق کا پجاری تھا۔ اس نے کافی دیر تک مجھے اپنے مذہب کے متعلق بتایا تھا۔ قصہ مختصر وہ ان تینوں تصویروں کو محض اس لئے خریدنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے کسی مذہبی پیشوا کی بنائی ہوئی تھیں۔ میرے انکار پر اس نے مسکرا کر کہا تھا کہ وہ کبھی نہ کبھی صحیح حق داروں تک پہنچ ہی جائیں گے۔ میں نے پوچھا وہ

کس طرح اس نے کہا کہ نہ جانے کتنے ہاتھوں سے گزرتی ہوئی وہ تصویریں مجھ تک پہنچی ہوں گی۔ اسی طرح وہ میرے ہاتھوں سے بھی گزر کر کسی اور تک پہنچیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد وہ کسی شفق پرست ہی کے ہاتھ لگیں۔!"

کچھ دیر کے لئے کمرے کی فضا ساکت ہوگئی۔ عمران سر جھکائے سوچ رہا تھا اور وہ دونوں اسے گھور رہے تھے۔ دفعتاً دوسرا سب انسپکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

"ایک بھی مشتبہ آدمی نہیں مل سکا۔" اس نے دم لئے بغیر کہا۔ پھر نواب رفعت جاہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ کے سارے محافظ عمارت کے چاروں طرف موجود ہیں۔ انہوں نے نہ کسی کو اندر آتے دیکھا اور نہ باہر جاتے دیکھا۔!"

رفعت جاہ صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے۔ پھر اس اطلاع پر تبصرہ کیے بغیر انہوں نے اپنی داستان دوبارہ چھیڑ دی۔ "میں نے اس وقت اس کے خیال کو کوئی اہمیت نہ دی تھی مگر اب ادھر تین ماہ سے مجھے تھوڑی بہت تشویش ضرور ہو گئی ہے مجھے ان تصاویر کے متعلق اکثر گمنام خطوط موصول ہوئے ہیں لکھنے والا اپنے دستخط کے بجائے "شفق کا پجاری" لکھتا ہے۔ ان خطوط میں طرح طرح کی دھمکیاں ہوتی ہیں۔ اور ان دھمکیوں کے ساتھ انہیں تین تصویروں کا مطالبہ ہوتا ہے جن کے دام اس جرمن نے دس ہزار لگائے تھے۔ میں دراصل ابھی تک یہی سمجھتا رہا کہ کوئی مذاق کر رہا ہے۔ میرے احباب میں بہتیرے ایسے حضرات ہیں جنہیں میں نے یہ واقعہ سنایا تھا۔ لہٰذا یہ بھی ممکن تھا کہ میرے دوستوں میں سے کوئی شفق کے پجاریوں کی آڑ لے کر مجھ سے ایک خطرناک قسم کا مذاق کر بیٹھا۔!"

"جی ہاں.... ہو سکتا ہے....!" سب انسپکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

"اس لئے میں نے اس کی اطلاع پولیس کو نہیں دی تھی۔!"

"نہیں جناب آپ کو اطلاع دینی چاہئے تھی۔ اگر وہ مذاق ہی ثابت ہوتا تو آپ بڑی آسانی سے اسے درگزر کر سکتے تھے۔!"

"ہاں.... آں....!" نواب صاحب سر ہلا کر بولے۔ "لیکن یہ مجھے اچھا نہیں لگا تھا کہ پولیس اس کے متعلق میرے دوستوں سے پوچھ کچھ کرتی پھرتی۔ مگر ہاں اب جب کہ سروش محل میں ڈائنامائیٹ پائے جانے لگے ہیں۔ میں کس طرح اپنی زبان بند رکھ سکتا ہوں۔ خیر بہرحال اب اس خط کو ملاحظہ فرمائیے جو ابھی خنجر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔!" رفعت جاہ نے خط سب انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔

عمران اب کرسی کے ہتھے کو انگلیوں سے کھٹکھٹا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "کیا ہم بھی اس خط کو دیکھ سکتے ہیں۔!"

سب انسپکٹر جو خط پڑھ چکا تھا۔ نواب رفعت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں.... آپ اسے پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد براہ کرم اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کیجئے گا۔ ورنہ میں آپ پر بھی اس سازش میں حصہ لینے کا شبہ ظاہر کروں گا ظاہر ہے کہ آپ اس صورت میں لازمی طور پر حراست میں لئے جائیں گے۔!"

عمران نے کچھ کہے بغیر سب انسپکٹر کے ہاتھ سے وہ خط لیا۔ یہ خط بھی ٹائپ ہی کیا گیا تھا۔ اور عبارت یوں تھی۔

"اب تمہیں ہوش میں آجانا چاہئے۔ دیکھو ہم اس طرح تمہارے پلنگ کے نیچے ڈائنامائیٹ پہنچا سکتے ہیں۔ آج تو بس تمہاری تقدیر ہی یاور تھی کہ میرا ابتدائی خط ایک غلط آدمی کے ہاتھ لگ گیا مگر کب تک اُسے آخری وارننگ تصور کرو۔ ایک ہفتے کے اندر اندر وہ تینوں تصاویر ہمیں مل جانی چاہئیں۔ ورنہ انجام کے تم خود ذمہ دار ہو گے....!" (پجاری)

عمران نے اُسے بلند آواز میں پڑھا اور رفعت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرا.... خط ایک.... غلط.... آدمی کے ہاتھ.... لگ گیا....!"

سب انسپکٹر نے بُرا سا منہ بنائے ہوئے رک رک کر کہا اور پھر عمران سے بولا "غلط آدمیوں کو صحیح کرنا ہمارا کام ہے۔!"

"سبحان اللہ.... کیا صفت پیدا کی ہے۔" عمران چہک کر بولا۔ "آپ تو شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ کبھی ڈھمپ بھی آیئے۔!"

"میں آپ کو حراست میں لے رہا ہوں۔" سب انسپکٹر غرایا۔

"کم از کم ڈھمپ میں تو ایسا نہیں ہوتا۔" عمران نے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

پھر نواب رفعت جاہ کو مخاطب کر کے بولا۔ "آپ تو ہمارے ساتھ وہ برتاؤ بھی نہیں کر رہے جو سکندر نے پورس سے کیا تھا.... خیر ہم بھی یاد کریں گے.... لیکن آخر ہمیں

حراست میں کیوں لیا جارہا ہے....!"

"کیوں کہ آپ فراڈ کررہے ہیں جناب....!" سب انسپکٹر بول پڑا۔

"تم خاموش رہو.... ہم تم سے گفتگو نہیں کررہے۔!" عمران نے غصیلی آواز میں کہا اور سب انسپکٹر سچ مچ اس گیدڑ بھبکی میں آگیا۔ غالباً اب وہ یہی سوچ رہا تھا کہ عمران کے بیان میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہے۔ ورنہ وہ اس طرح اکڑ کر بات نہ کرتا۔

"میں الجھن میں ہوں....!" نواب رفعت جاہ اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"دنیا کی ساری الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں بشرطیکہ آدمی عقل.... کلیم.... نہیں کیا کہتے ہیں اُسے.... اوہ.... سلیم.... سلیم.... بشرطیکہ آدمی عقل سلیم رکھتا ہو....!"

"کیا آپ اس جملے کی وضاحت فرمائیں گے۔!" نواب رفعت جاہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"حقیقت یہ ہے نواب صاحب....!" عمران نے ہنس کر جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہم خود بھی عقل سلیم کے معنی نہیں جانتے بس ویسے ہی اس وقت استعمال کر بیٹھے ہیں لیکن ہمیں یاد پڑتا ہے کہ کچھ لوگ ہمیں کنور سلیم بھی کہتے ہیں۔!"

"چھوڑیے جناب....!" سب انسپکٹر نے نواب صاحب سے کہا۔ "آپ جو کچھ بھی کہیں۔ فوری طور پر اس کی تعمیل کی جائے گی۔"

"ہوں.... ٹھہریئے...." نواب رفعت جاہ تشویش کن لہجے میں بولے۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی انہیں حراست میں نہ لیجئے۔!"

"آپ کی مرضی.... مگر دیکھئے.... یہ معاملہ بہت سنگین ہے ڈائنامائیٹ میرے خدا.... پیچ گھمانے والا بھی فنا ہو جاتا.... اور آپ کا جو حشر ہوتا۔ اُف فوہ....!"

وہ خاموش ہو کر خواہ مخواہ اپنے چہرے پر اس طرح رومال پھیرنے لگا جیسے پسینہ خشک کررہا ہو۔

"رپورٹ آپ درج کر لیجئے اور ان کا بیان لکھ لیجئے۔ لیکن یہ فی الحال محل ہی میں رہیں گے۔!"

نواب صاحب نے خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھا جو چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا.... اس کے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اس دوران میں ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ بھی سنا ہو۔

کچھ دیر بعد عمران کا بیان تحریر کیا جانے لگا۔ بیان دیتے وقت اس سے کوئی حماقت سرزد نہیں ہوئی ویسے سب انسپکٹر اُسے بار بار گھورنے لگتا تھا۔ بیان ختم ہو جانے کے بعد سب انسپکٹر نے اس سے کہا۔ "آپ کو اسی وقت میرے ساتھ اڈلفیا تک چلنا پڑے گا۔!"

"کیوں....؟" عمران نے پوچھا۔

"میں وہاں آپ کے بیان کی تصدیق کروں گا۔!"

"ممکن ہے.... ہم چل سکیں گے....!"

"آپ صرف ایک شرط پر انہیں یہاں سے لے جاسکتے ہیں۔" نواب رفعت جاہ بول پڑے۔

"کس شرط پر جناب.... فرمایئے....!"

"آپ انہیں واپس لے کر یہیں آئیں گے۔ میں اپنا اطمینان کیے بغیر انہیں نہیں چھوڑوں گا۔!"

"آپ مطمئن رہیے.... میں انہیں یہیں چھوڑ جاؤں گا۔" سب انسپکٹر نے جواب دیا۔

"شکریہ۔" نواب رفعت جاہ بولے۔ "اگر یہ حضرت مجرموں ہی میں سے ہیں تو میں انہیں بطور یرغمال رکھوں گا۔ میں نے ان واقعات کو باقاعدہ رپورٹ اس لئے بھی نہیں دی تھی کہ میں ایسے آدمیوں سے نپٹنا جانتا ہوں.... بوڑھا ضرور ہو گیا ہوں مگر اب بھی جسم میں اتنی جان رکھتا ہوں کہ دو چار کو بیک وقت ٹھکانے لگا سکوں۔!"

"ٹھکانے.... لگانے کی مشین ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔" عمران مسکرا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "چلئے انسپکٹر صاحب۔!"

* * *

اڈلفیا میں سب سے پہلے اس ویٹر کی تلاش ہوئی جس نے عمران کی میز پر کھانا لگایا تھا۔ وہ جلد ہی مل گیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ کھانا اسی نے عمران کی میز پر لگایا تھا۔

"لیکن" اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "کشتی میں میں نے کھانا نہیں لگایا تھا۔ بلکہ وہ کشتی میں لگا ہوا ہی مجھے ملا تھا۔"

"کھانا کشتی میں کس نے لگایا تھا۔!" سب انسپکٹر نے سوال کیا۔

"ویٹر نمبر تیرہ نے جناب۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ غلطی سے میرے حلقے کی میزوں میں سے ایک کا آرڈر لے بیٹھا ہے۔ لہٰذا میں نے کشتی اس کے ہاتھ سے لے لی۔"

"ویٹر نمبر تیرہ کہاں ہے۔" سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"ٹھہریئے اسے ابھی بلواتا ہوں۔" منیجر نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ چپڑاسی اندر آیا اس سے ویٹر نمبر تیرہ کو بلانے کے لئے کہا گیا۔

"مگر جناب معاملہ کیا ہے۔" منیجر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ "کیا اس کھانے کے متعلق کوئی شکایت ہے۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکوں گا۔!"

سب انسپکٹر نے خشک لہجے میں جواب دیا اور منیجر ایک طویل سانس کے ساتھ کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

کچھ دیر بعد چپڑاسی نے آ کر اطلاع دی کہ ویٹر نمبر تیرہ غائب ہے۔

"غائب ہے....!" منیجر آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "مگر کیوں غائب ہے کیا اس کی ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی۔!"

"نہیں صاحب.... وہ سپروائزر صاحب سے اجازت حاصل کئے بغیر کہیں چلا گیا ہے۔!"

"میں ویٹر نمبر تیرہ کے متعلق ضروری معلومات چاہتا ہوں۔" سب انسپکٹر غرایا۔

"بہت بہتر جناب....!" منیجر نے کہا اور چپڑاسی سے کہا کہ وہ سپروائزر کو بھیج دے عمران بھی وہاں موجود تھا۔ لیکن وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا ویسے اب اس کے چہرے پر حماقت ہی حماقت نظر آ رہی تھی۔

سپروائزر نے منیجر کے کمرے تک پہنچنے میں تقریباً دس منٹ لئے۔ وہ ایک دبلا پتلا منحنی سا آدمی تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور گالوں کی ہڈیاں بد نمائی کی حد تک ابھری ہوئی تھیں اور وہ شاید صرف ناک ہی سے سانس نہیں لے سکتا تھا کیوں کہ اس کے ہونٹ عموماً کھلے رہتے تھے۔

"ویٹر نمبر تیرہ کہاں ہے۔" منیجر نے اُسے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"قصور اس کا بھی نہیں ہے جناب....!" سپروائزر ناک کے بل بولا۔ "یہاں یونین بنانے کی اجازت دے کر مالکان نے سخت غلطی کی ہے جناب....!"

"میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں۔" منیجر غرایا۔ "یونین وغیرہ کا قصہ کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھو....!"

"وہ مجھ سے پوچھ کر نہیں گیا۔ یہ سرکشی یونین ہی نے سکھائی ہے.... ابھی کیا ہے.... آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔" اس نے سب انسپکٹر کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے یونین بنانا بھی کوئی جرم ہو۔

"وہ ڈیوٹی پر تھا....؟" سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"جی ہاں.... جناب....!"

"اس کی ڈیوٹی کے اوقات ان دنوں کیا تھے۔!"

"چھ سے بارہ بجے رات تک....!"

"یہاں کب سے کام کر رہا تھا۔"

"پچھلے ہفتے سے....!"

"کیا وہ۔!" منیجر یک بیک چونک کر بولا۔ "کیا وہ کوئی نیا آدمی تھا۔"

"جی ہاں.... اپنا پچھلا نمبر تیرہ بیمار پڑ گیا ہے اس لئے اسے عارضی طور پر اس کی جگہ رکھا گیا ہے۔!"

"اوہ....!" منیجر پھر ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"ویٹر کا نام اور پتہ....؟" سب انسپکٹر نے اپنی پاکٹ ڈائری کے ورق الٹتے ہوئے کہا۔

ویٹر کے نام اور پتے کے لئے سپروائزر کو تقریباً سات یا آٹھ منٹ تک غائب رہنا پڑا۔

نام اور پتہ مل جانے کے بعد بھی سب انسپکٹر نے سپروائزر اور اس ویٹر کا پیچھا نہیں چھوڑا جس نے عمران کی میز پر کھانا لگایا تھا۔ اس نے منیجر سے کہا "میں ان دونوں کو تھانے بھجوا رہا ہوں۔"

"کیوں جناب.... نہیں....!" سپروائزر نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"جب تک کہ اس ویٹر نمبر تیرہ کا پتہ نہیں چلے گا تو تم لوگ حراست میں رہو گے۔!"

ویٹر بھی گڑگڑانے لگا.... سپروائزر بھی خوف زدہ نظر آ رہا تھا لیکن اس نے اپنی زبان بند

کرلی تھی۔

شاید منیجر کو اس پر غصہ آگیا اور اس نے ذرا سخت لہجے میں اس پکڑ دھکڑ کی وجہ دریافت کی۔

"آپ براہ کرم خاموش رہئے" سب انسپکٹر گرجا "ورنہ مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ آپ کا یہ ہوٹل قتل اور غارت گری کی سازشوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ کیا آپ اس سے بے خبر ہیں۔!"

"کیا مطلب....!" دفعتاً منیجر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کچھ نہیں.... بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ سب انسپکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ منیجر کے کمرے کے باہر کانسٹیبل موجود تھے۔ انہوں نے سپر وائزر اور ویٹر کو سنبھال لیا۔

"آہا...." عمران کمرے سے باہر آکر بولا۔ "ہم اپنا سامان بھی کیوں نہ لیتے چلیں۔ کیونکہ اب ہمارا قیام مستقل طور پر سروش محل میں رہے گا۔"

"اوہ.... ہاں....!" سب انسپکٹر یک بیک چونک پڑا جیسے وہ عمران کے متعلق بھول ہی گیا ہو۔

"ٹھہریئے ادھر آیئے....!" وہ دوبارہ منیجر کے کمرے کی طرف بڑھتا ہوا بولا.... کمرے میں پہنچ کر اس نے منیجر سے قیام کرنے والوں کا رجسٹر طلب کیا.... وہ دراصل عمران کا صحیح نام اور پتہ دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر عمران اپنی جگہ قطعی مطمئن تھا کیونکہ اُس نے اپنا نام کنور سلیم درج کرایا تھا۔ البتہ پتے میں ڈھمپ کی بجائے اپنے شہر کا نام دیا تھا۔

سب انسپکٹر رجسٹر پر نظر جمائے ہوئے سر ہلاتا رہا۔ پھر اسے بند کر کے عمران کی طرف مڑا۔ لیکن کچھ کہے بغیر باہر نکل آیا۔ عمران بڑے پروقار انداز میں چلتا ہوا اس کے ساتھ اڈلفیا کی کمپاؤنڈ تک آیا۔

"ارے ہم پھر بھول گئے ہمیں یہاں سے اپنا سامان لینا تھا۔" اس نے کہا۔

"ابھی نہیں" سب انسپکٹر کا لہجہ درشت تھا۔ وہ چلتے ہوئے پولیس کار تک آئے۔

"آپ نے رجسٹر والے پتے میں اپنی ریاست کا حوالہ نہیں دیا۔" سب انسپکٹر نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں.... ہم عام طور پر یہ نہیں ظاہر کرتے کہ ہم ڈھمپ کے شہزادے ہیں اگر ایسا کریں تو ہمارا زندہ رہنا محال ہو جائے۔!"

"کیوں....!" سب انسپکٹر نے کار اسٹارٹ کردی۔

"لڑکیاں پھر کہتی ہیں ہمیں آٹوگراف کے لئے اور دستخط کرتے کرتے ہمارے ہاتھ دکھ جاتے ہیں۔!"

"صورت ایسی ہی ہے آپ کی۔!" سب انسپکٹر نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"نہیں.... صورت سے تو ہم بالکل چغد معلوم ہوتے ہیں۔" عمران نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ سب انسپکٹر قہقہہ کسی طرح نہ روک سکا۔

"اب ہم سروش محل سے پہلے کوتوالی چلیں گے۔ کیا ڈی۔ ایس۔پی سٹی کوتوالی میں اس وقت موجود ہوگا۔!"

"کیوں.... کیوں....!" سب انسپکٹر نے حیرت سے کہا۔

"بس یونہی.... ابھی تک ہمارے ساتھ بہت بدتمیزیاں کی گئی ہیں۔ شاہی آداب کا خیال نہیں رکھا گیا اب ہم ضلع بھر کے آفیسروں کے سلیوٹ لیتے پھریں گے تاکہ کسی طرح ہمارے دل کو قرار آئے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہمیں.... خودکشی ہی کرنی پڑے گی "

سب انسپکٹر اس انداز میں ہنس رہا تھا جیسے وہ کسی دیوانے کی بکواس سن رہا ہو۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا "میں نہیں سمجھ سکتا کہ نواب رفعت جاہ یک بیک اتنے نرم کیوں پڑ گئے تھے۔!"

"اوہ... یہ ہم جانتے ہیں شاہ کو شاہ پہچانتا ہے۔ آپ لوگ تو صرف چوروں کو پہچاننا جانتے ہیں۔!"

"کیا آپ مجھ پر کسی قسم کی چوٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔!"

"نہیں.... ہم کنفیوشس کے قائل ہیں اور کنفیوشس کے زمانے میں سب انسپکٹر نہیں ہوا کرتے تھے۔"

"اچھا اب آپ براہِ کرم خاموش رہئے۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔ کار سنسان سڑکوں پر دوڑتی رہی غالباً اب وہ سروش محل ہی کی طرف جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کاش ہم اس وقت ڈھمپ میں ہوتے۔"

"اب بہت جلد ڈھمپ پہنچ جائیں گے۔ فکر نہ کیجئے۔" سب انسپکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "میں تو

اسی وقت پہنچا دیتا مگر نہ جانے کیوں نواب صاحب ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔!"

"خیر پھر سہی....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ کار سروش محل جانے والی سڑک پر دوڑتی رہی۔

"نواب رفعت جاہ کے تو درجنوں بچے ہوں گے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں وہ لاولد ہیں انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔" سب انسپکٹر نے جواب دیا۔

"ارے تو اتنی بڑی عمارت میں تنہا رہتے ہیں۔" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں بہتیرے بھانجے بھتیجے ہیں ایک چچا بھی ہے۔"

"خیر.... خیر.... ہم دراصل یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہاں ہمارا دل تو نہ گھبرائے گا۔"

"قطعی نہیں شہزادے صاحب....!" سب انسپکٹر نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

عمران خاموش ہی رہا۔ پتہ نہیں وہ اب مصلحتاً خاموش ہو گیا تھا یا یہ نیند کا دباؤ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سروش محل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔

رفعت جاہ ابھی تک سوئے نہیں تھے اس بار عمران نے ان کے رویہ میں کافی تبدیلی محسوس کی۔ اس نے انہیں سب انسپکٹر سے کہتے سنا۔ "بھئی میری عقل خبط ہو گئی تھی۔ یہ بیچارے تو میرے محسن ہیں۔"

"آپ خود بیچارے۔" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "ہمارے ڈھمپ میں بیچارہ یتیم کو کہتے ہیں۔!"

"اوہ مجھے افسوس ہے۔" رفعت جاہ بولے۔

"ابھی ہمارے حضور ابا باحیات ہیں۔ اس لئے ہم بیچارے نہیں ہو سکتے آئندہ ڈھمپ کے کسی باشندے کو بغیر تحقیق بیچارہ نہ کہیئے گا۔!"

سب انسپکٹر عمران کو بکواس کرتے ہوئے چھوڑ کر چلا گیا۔

"اب بتایئے جناب....!" رفعت جاہ ایک طویل سانس لے کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"کیا بتائیں.... ہم اگر کچھ کہیں گے تو آپ کے شبہات میں ترقی ہوگی۔"

"نہیں کچھ تو فرمایئے۔!"

"آپ فراڈ ہیں۔!" عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔

"کیا مطلب....!"

"فراڈ کا مطلب ہے دھوکے باز کہیئے تو عربی، فارسی، سندھی، مکرانی اور بنگالی میں بھی مطلب بتائیں۔"

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔" رفعت جاہ کو غصہ آگیا۔

"شفق پرستی قسم کے کسی مذہب کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔" عمران بولا۔ "کیونکہ خود شفق علیحدہ سے کوئی وجود نہیں رکھتی۔ زمانہ قدیم میں مظاہر پرستی ہوتی تھی۔ لیکن صرف ان مظاہر کو معبود بنایا جاتا تھا جو انسانی زندگی پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہو سکیں۔ مثلاً چاند اندھیرا دور کرتا ہے۔ اس لئے اُس کی پوجا کی جاتی تھی۔ سورج سے حرارت اور روشنی ملتی ہے اس لئے اسے معبود بنایا گیا تھا۔ ستارے اندھیری راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں اس لئے ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ ہم دنیا کے سارے مذاہب پر تھوڑی بہت نظر رکھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج سے پہلے شفق پرستوں کے وجود کا علم نہیں تھا۔"

"آپ نے مجھے فراڈ کیوں کہا۔" رفعت جاہ کی آواز اب بھی غصیلی ہی تھی۔

"ممکن ہے بے خودی میں کہہ دیا ہو آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا۔!"

"میں آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کروں گا۔!"

"نہیں ایسا نہ کیجئے گا۔!" عمران نے غم ناک لہجے میں کہا۔ "ورنہ اگر عدالت میں بھی ہم پر بے خودی طاری ہو گئی تو ہم پھانسی پر چڑھا دیئے جائیں گے۔!"

نواب رفعت جاہ کو اس جملے اور کہنے کے انداز پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"آخر آپ ہیں کیا بلا....!" انہوں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"بلائے بے درماں۔ ہہ۔!" عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "لیکن ہم سوچ رہے ہیں کہ آپ بھی بڑے دل گردے والے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر کسی اور کی خواب گاہ میں ڈائنامائیٹ بر آمد ہوتا تو وہ ہفتوں بیہوش پڑا رہتا۔!"

"میری زندگی ہمیشہ ہی سے ہنگامہ آفریں رہی ہے۔" نواب رفعت جاہ نے جواب دیا۔

"آپ وہ تینوں تصویریں انہیں دے کر اپنا پیچھا کیوں نہیں چھڑاتے۔!"

"ہاں ہاں....!" اس لمبی "ہاں" کے ساتھ رفعت جاہ کو پھر غصہ آگیا اور وہ گرج کر بولے "میں تمہیں بطور یرغمال رکھوں گا۔ سمجھے....؟ اگر میرے خاندان والوں میں سے کسی کو بھی

ذرہ برابر گزند پہنچا تو میں تمہاری ہڈیاں تک پیس ڈالوں گا۔!"

"اور اس پسے ہوئے کنور سلیم کو چٹنی کہیں گے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کان کھول کر سن لو۔" نواب رفعت جاہ برابر گرجتے رہے "میرے جسم میں اب بھی اتنی قوت ہے کہ تم جیسوں کو تنہا ٹھیک کر سکوں۔!"

"ہمارے ابا حضور بھی ہمیں آج تک ٹھیک نہیں کر سکے۔ اگر آپ ہمیں ٹھیک کر سکیں تو ہم بے حد ممنون ہوں گے۔ ورنہ خدشہ ہے کہ مرتبہ ولی عہدی سے کھسکا دیئے جائیں۔ اس صورت میں یقیناً ہماری چٹنی بن جائے گی.... کیونکہ نہ تو ہم سے نوکری ہو سکتی ہے اور نہ ہم ترکاریاں بیچ سکتے ہیں۔ مگر.... ہام.... نواب صاحب ہمیں بڑی حیرت ہے کہ اتنا ہنگامہ ہو گیا لیکن آپ کے خاندان والوں میں سے ایک آدمی بھی نہ دکھائی دیا۔!"

"کیا اب تم میرے نجی معاملات میں بھی دخیل ہونا چاہتے ہو۔" نواب رفعت جاہ بگڑ کر بولے۔

"پھر ہم یہاں کس لئے تشریف رکھتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے تھے شاید ہم سروش محل میں بالکل اپنے گھر کی طرح رہیں گے۔"

"اس خیال میں نہ رہنا... میں تم سے اگلواؤں گا کہ تم کون ہو اور تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔!"

"کتنی دیر سے اگل رہے ہیں کہ ہم شہزادہ ذی جاہ پستول الملک خنجر الملت اور اس کے علاوہ جل اشعراء بھی کیونکہ شاعری بھی کرتے ہیں.... اور مزید ڈیڑھ درجن خطابات کے ساتھ سلیم الدین مستقبل کے والئے ڈھمپ ہیں۔"

"میں کہتا ہوں راہ پر آ جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام بہت برا ہو گا۔"

"کیا آپ کو ہمارے شہزادہ ڈھمپ ہونے پر شبہ ہے۔!"

"کیا تمہیں یہاں کا کوئی بڑا آدمی شہزادے کی حیثیت سے جانتا ہے۔!"

"اوہ.... تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے سراغ رساں نے غلط کہا تھا۔!"

"اب مجھے اس پر بھی اعتماد نہیں رہا۔!"

"اچھا تو سنئے.... ہم سے کئی وزیر اچھی طرح واقف ہیں۔ محکمہ داخلہ کے سیکرٹری سر سلطان ہمیں اس طرح جانتے ہیں جیسے.... جیسے....!"

"سر سلطان جانتے ہیں تمہیں۔!"

"غالباً ہم نے بھی یہی کہا تھا۔" عمران بولا۔

"سر سلطان میرے عزیز ہیں۔ میں ابھی انہیں ٹرنک کال کرتا ہوں۔"

"ضرور.... ضرور....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ان سے پوچھئے کہ شہزادہ ڈھمپ کس پائے کا آدمی ہے۔"

* * *

رفعت جاہ عمران کو بھی اس کمرے میں ساتھ لے گئے.... جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ سر سلطان سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"کیوں.... ؟ رفعت.... کیا بات ہے خیریت ہے نا....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"خیریت ہی ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ کسی پرنس آف ڈھمپ کو جانتے ہو یا نہیں۔!"

"پرنس آف ڈھمپ....!" سر سلطان کے لہجے میں حیرت تھی "کیوں"۔

"اوہ.... بھئی معاف کرنا میں نے خواہ مخواہ تمہیں اس وقت تکلیف دی اس نے کہا تھا کہ تم اسے جانتے ہو۔!"

"تو میں نے کب کہا کہ نہیں جانتا۔!"

"جانتے ہو.... وہ اس وقت یہیں میرے پاس موجود ہے۔!"

"مگر کیوں موجود ہے....؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ کبھی اطمینان سے بتاؤں گا۔ بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ حقیقتاً کسی ریاست کا کنور ہے یا فراڈ ہے۔!"

"ذرا فون اسے دینا۔" سر سلطان نے کہا اور نواب رفعت جاہ نے ریسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو....!" عمران نے سر سلطان کو مخاطب کیا۔

"عمران۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پرنس آف ڈھمپ اسپیکنگ.... ہیلو....!"

"اوہ....! ڈھمپ صاحب آپ وہاں کیا فرما رہے ہیں۔!"

"ہم پر نواب رفعت جاہ اپنے خلاف ایک سازش کا شبہ کر رہے ہیں۔"

"قصہ کیا ہے....؟"

"ہاں نواب صاحب یہیں موجود ہیں کیا انہیں ریسیور دے دوں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "پھر سہی۔!"

عمران نے ریسیور رفعت جاہ کو تھما دیا اور خود چیونگم کچلنے لگا کچھ دیر تک رفعت جاہ گفتگو کرتے رہے پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

"ہاں جناب اب کیا خیال ہے....!" عمران نے کہا۔

"پچھلا خیال بدل دینا پڑا....!" رفعت جاہ مسکرائے "مجھے اپنے رویہ پر سخت ندامت ہے۔!"

"کوئی بات نہیں ہم صبح تک سب کچھ بھول جائیں گے۔!"

وہ رات عمران نے سروش محل کے ایک آرام دہ کمرے میں بسر کی اور صبح ہوتے ہی اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ رفعت جاہ کے اپنے خاندان والوں سے کیسے تعلقات ہیں۔ پچھلی رات اسے بڑی حیرت ہوئی تھی۔ جب اتنا ہنگامہ ہونے کے باوجود بھی رفعت جاہ کا کوئی عزیز ان کے قریب نہیں پھٹکا تھا۔

لیکن اب اسے معلوم ہوا کہ رفعت جاہ کے حکم کے مطابق کوئی بھی نو بجے کے بعد کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ خواہ حالات کچھ بھی ہوں۔

عمران نے فی الحال رفعت جاہ کے اعزا سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔

دوپہر کا کھانا اس نے رفعت جاہ کے ساتھ کھایا۔ کھانے کی میز پر رفعت جاہ کی ایک بھانجی نجمہ بھی تھی۔ عمران نے اس کے متعلق معلوم کیا تھا کہ وہ زبردستی رفعت جاہ کے سر پر سوار رہتی ہے ورنہ رفعت جاہ تو بہت زیادہ تنہائی پسند واقع ہوئے تھے۔ عمارت کے جس حصے میں ان کا قیام تھا وہاں ان کے خاندان والوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ بات یہ نہیں تھی کہ رفعت جاہ اپنے متعلقین سے متنفر تھے یا ان میں سے کسی کی طرف ان کے دل میں کدورت تھی۔ بلکہ انہیں زیادہ بھیڑ بھاڑ سے وحشت ہوتی تھی یہ خود انہیں کا بیان تھا۔ حقیقت کیا تھی اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔ لیکن یہ لڑکی نجمہ ان کی جھڑکیاں سننے کے باوجود بھی یہاں گھسی رہتی تھی۔

ویسے عمران نے بھی اس کے متعلق اندازہ لگایا تھا کہ یہ کچھ کریک سی ہے۔ ہنستی ہے تو ہنستی

ہی چلی جاتی ہے۔ مگر آنکھوں سے قطعی نہ معلوم ہوتا کہ وہ ہنس رہی ہے۔ بس اس کے دانت نکل پڑتے اور ہنسی کی آواز کبھی دوہری ہو جاتی اور کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے اس سے مختلف قسم کی لاتعداد آوازوں کی شاخیں پھوٹ رہی ہوں۔ گفتگو کرتے وقت شاید وہ اس پر دھیان ہی نہیں دیتی تھی کہ اس کی زبان سے کس قسم کے الفاظ نکل رہے ہیں کبھی کبھی وہ خود کو مذکر بھی بولنے لگتی۔ اگر ایسے میں دھیان آجاتا تو فوراً کہتی آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا میں سالا آدھا لڑکا ہوں۔

کھانے کی میز پر بھی یہی واقعہ پیش آیا اور نواب رفعت جاہ ہتھے سے اکھڑ گئے۔

"تمہاری زبان قابو میں کیوں نہیں رہتی۔ بالکل لفنگوں کی سی باتیں کرنے لگتی ہو۔!" انہوں نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ارے.... توبہ توبہ....!" وہ اپنا منہ پیٹتی ہوئی بولی۔ "اب سالا نہیں کہوں گا۔ نکل ہی جاتا ہے زبان سے ماموں جان سالے الفاظ بھی.... روپ" اس نے اپنا منہ دبا لیا۔

"اچھا خاموش بیٹھو....!"

اس نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔ اور نوالہ ہاتھ میں لئے بیٹھی رہی کچھ دیر بعد رفعت جاہ پھر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ارے یہ تم اس طرح کیوں بیٹھی ہو۔" انہوں نے پوچھا۔

"آپ نے خاموش بیٹھنے کو کہا تھا اور میں نے سوچا کہ ہونٹ بند کر لوں اگر ہونٹ کھلتے ہیں تو زبان بھی سالی چلنا چاہتی ہے.... اوہو.... جناب آپ تکلف کر رہے ہیں۔" اس نے دفعتاً عمران سے کہا اور عمران بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ کرتا ہوا نوالہ کان کی طرف لے جانے لگا۔

"ہائیں.... ہائیں....!" نواب رفعت جاہ نے اسے ٹوکا۔

"اوہ.... ساری پلیز....!" عمران نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا "ہم بالکل گدھے ہیں۔ نواب صاحب آپ بالکل خیال نہ فرمایئے گا۔!"

"میں نے سنا ہے کہ گدھوں کو اپنے گدھے پن کا احساس ہو جائے تو اسے قرب قیامت کی دلیل سمجھنا چاہئے۔" نجمہ بول اٹھی۔

"ہم قیامت سے بہت قریب ہیں محترمہ کنفیوشس نے کہا تھا.... ہائیں کیا کہا تھا؟ ابھی تو یاد تھا جو کچھ کہا تھا۔ خیر کنفیوشس نے اس مسئلے پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہوگا۔!"

"بھئی کھانے پر خاموش ہی رہنا چاہئے۔" رفعت جاہ چڑ کر بولے۔

"ہمارے ہونٹ ہمیشہ کھلے رہتے ہیں نواب صاحب کیوں کہ ہم ٹانسلز کے شکار ہیں۔"

"ہائیں آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا۔" نجمہ یک بیک میز سے اٹھ گئی۔ "یہ سالی چھوت کی بیماری ہے۔"

"نجمہ تمیز سے۔ بیٹھو یا چلی جاؤ۔" رفعت جاہ بگڑ گئے۔

نجمہ پھر خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ رفعت جاہ کی سرزنش اسے گراں گزری ہے اس کے ہر انداز میں بچپنا ٹپکتا تھا۔

کھانے کے بعد بھی عمران نے رفعت جاہ کا پیچھا نہ چھوڑا نجمہ جا چکی تھی۔ اور رفعت جاہ پائپ سلگا کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو چکے تھے۔ عمران نے پھر ان تینوں تصویروں کا ذکر چھیڑا۔

"میں وہ تصویریں کسی قیمت پر بھی نہیں دے سکتا۔" رفعت جاہ نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر ان لوگوں نے شرافت سے استدعا کی ہوتی تو شاید میں انہیں تحفۃً پیش کر دیتا مگر ایسی صورت میں.... ہونہہ.... میری رگوں میں بھی خون ہی ہے.... پانی نہیں۔!"

"لیکن اگر آپ کی رگیں پانی قبول کرنے کے قابل نہ رہ گئیں تو۔!"

"میں زندگی کو کھلونا سمجھتا ہوں صاحب زادے۔!"

"مگر سنئے تو سہی.... وہ صرف تصویریں چاہتے ہیں.... تصویریں انہیں آپ ہی سے ملیں گی آپ کی لاش سے نہیں۔ پھر انہوں نے تصویریں حاصل کیے بغیر آپ کو مار ڈالنے کا پروگرام کیوں بنا ڈالا تھا۔"

رفعت جاہ چند لمحے اسے گھورتے ہوئے پھر مسکرا کر بولے۔ "کبھی تم پرلے سرے کے عقل مند معلوم ہوتے ہو اور کبھی نرے گاؤدی.... آخر اس کی کیا وجہ ہے.... دیکھو لڑکے.... اگر سر سلطان نے تمہارا پورا حلیہ بیان نہ کیا ہوتا تو میں....!"

وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گئے۔

"میرا ستارہ مریخ ہے۔ جب زحل اسے آنکھ مارتا ہے تو وہ شرما کر سر جھکا لیتا ہے۔ اور ہم نرے گاؤدی نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر جب وہ خود سیٹیاں بجا بجا کر زہرہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم میں دوسروں کو عقل مندی کی جھلکیاں نظر آنے لگتی ہیں۔"

"تم جو کوئی بھی ہو انتہائی درجہ خطرناک آدمی بھی ثابت ہو سکتے ہو۔ میرا ساٹھ سالہ تجربہ یہی کہتا ہے.... تمہیں اس پر حیرت ہے کہ انہوں نے تصویریں حاصل کیے بغیر میرے پلنگ کے نیچے ڈائنامائیٹ کیوں رکھ دیا تھا۔"

"ہونی ہی چاہئے۔ قدرتی بات ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"وہ دراصل مجھے اتنا زیادہ خوف زدہ کر دینا چاہتے ہیں کہ چپ چاپ تینوں تصویریں ان کے حوالے کر دوں تمہارے ذریعہ انہوں نے دراصل مجھے یہ بات سمجھانی چاہی ہے کہ وہ ہر وقت میرا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اب تم یہی دیکھ لو کہ یہاں کے محافظوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ اپنا کام کر گئے۔ میری خواب گاہ میں کسی کا داخلہ آسان نہیں ہے اور سارا شہر جانتا ہے کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں۔"

* * *

اسی شام کو عمران ہدہد سے جا ٹکرایا۔ ہدہد بھی شائد اس سے مل بیٹھنے کا موقع تلاش کر رہا تھا۔

"جج جناب والا۔ آپ کو یہاں.... دو.... دیکھ کر....!"

"حیرت ہوئی ہے۔" عمران نے مسکرا کر جملہ پورا کر دیا۔ "لیکن تم یہاں کہاں۔!"

"مم مقدر.... جج جناب.... یہاں میری تعیناتی ہوئی تھی.... بحمد اللہ.... بخوبی کک کام کرتا رہا.... لیکن پھر پتہ نہیں کک کیوں.... مجھے ڈسچارج کر دیا گیا۔ امورِ مملکت خویش خسرواں دانند....!"

"خسرواں نہیں نوشیرواں۔" عمران بولا۔

"آپ بھبھول رہے خسرواں درست ہے۔!"

"کیا تم مجھ سے بحث کرو گے۔" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"نہیں جناب.... نوشیرواں ہی ہو گا۔!"

"ٹھیک ہے تم اب بھی پہلے ہی کے سے سعادت مند ہو۔!"

"مگر جناب میں یہ سوچتے سوچتے پیاگل ہو جاؤں گا کہ آخر مجھے ڈسچارج کیوں کیا گیا۔"

"محض اس لئے کہ تم پاگل کو پیاگل کہہ کر اس کے پاگل پن میں مزید اضافہ کرتے ہو۔!"

"اب میں اس لکنت کو کیا کروں.... یہ تو پیدائشی ہے۔!"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے۔"

"پپ.... پیٹ بڑا اچھا.... راہبر ہے جناب....!"

"بھئی فلمی ڈائیلاگ نہ بولو۔!"

"ہاں....! جج جناب.... یقین کیجئے میں نوکری کی تلاش میں نواب صاحب کے پاس آیا انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ میرا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے رہا ہے تو انہوں نے فوراً ہی مجھے ملازم رکھ لیا۔!"

"مگر کس لئے....؟ تم یہاں کون سی خدمت انجام دے رہے ہو۔!"

"نواب صاحب کے خلاف کسی سازش کا پتہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں۔!"

"کس قسم کی سازش کیا تمہیں تفصیل کا علم نہیں ہے۔!"

"نہیں جناب.... مجھے تفصیل کا کل تک علم نہیں تھا۔ مگر آج تو یہ کہانی ہر ایک کی.... زبان پر ہے۔

"کیسی کہانی۔!"

"شفق کے پجاریوں کی.... مم.... مگر.... دو.... دیکھئے.... جناب.... یہاں مجھے بد بد نہ فرمایئے گا ورنہ میری عزت خاک میں مل جائے گی۔!"

"نواب رفعت جاہ کے متعلق تمہارا کیا اندازہ ہے۔!"

"اندازہ.... مم.... میں نہیں سمجھا....!"

"یہ شخص جھوٹ کس رفتار سے بول سکتا ہے۔!"

"پتہ نہیں جناب.... مگر.... آخر انہیں جھوٹ بولنے کی.... لکیا ضرورت ہو سکتی ہے۔!"

"مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ شخص.... کم از کم پچاس فیصدی جھوٹ بولتا ہے۔!"

"میں نے نہیں محسوس کیا۔!"

"اب محسوس کرنے کی کوشش کرو۔!"

"بہت بہتر.... جج جناب.... اب میں دیکھوں گا۔!"

◆

دوسرے دن عمران نے ایک نئی خبر سنی۔ سب انسپکٹر نواب رفعت جاہ کو حالات سے آگاہ کرتا رہتا تھا۔ صبح ہی صبح آ کر اس نے اطلاع دی اڈلفیا کا وہ ویٹر جس نے عمران کے لئے کھانا منتخب کیا تھا مر تو گیا ہے لیکن اس کی ذہنی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس کے کسی بیان پر اعتماد کیا جا سکے.... کیا اُسے سر شام.... سر شام.... نہیں کیا کہتے ہیں۔ عمران پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا۔ "سرسام" نواب رفعت بڑبڑائے۔

"او ہاں.... شکریہ سرسام.... کیا اسے سرسام ہو گیا ہے۔!"

"نہیں اسے بخار نہیں ہے۔ سرے سے کوئی مرض ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ ہوش میں نہیں معلوم ہوتا۔ یہ میری یا کسی دوسرے اناڑی کی رائے نہیں بلکہ ذہنی امراض کے ایک ماہر کا خیال ہے۔!"

"یعنی وہ اچانک اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

"ماہر نے وجہ بتائی ہو گی۔!"

"بتائی تو تھی لیکن تفصیل مجھے یاد نہیں۔!"

"ارے یہ کوئی بڑی بات ہے۔" رفعت جاہ میز پر ہاتھ مار کر بولے۔ "جس نے بھی اسے کام پر آمادہ کیا تھا کھیل بگڑتے دیکھ کر اُسے اس قابل نہ رہنے دیا کہ وہ اپنا بیان دے سکے۔!"

"جی ہاں....!" سب انسپکٹر سر ہلا کر بولا۔ "ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔!"

"ہمارا خیال اس سے مختلف ہے۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"فرمایئے....!" رفعت جاہ کے لہجے میں طنز تھا۔

"ہمارا خیال ہے کہ وہ ویٹر ہم غلط کرنے کے لئے چرس پینے لگا ہے۔!"

"اگر آپ اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا کریں تو بہتر ہے۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

"آئندہ ہم احتیاط برتیں گے۔!" عمران نے خوش مزاجی کے مظاہرے کے ساتھ کہا۔

اچانک وہ شور سن کر چونک پڑے۔ آواز باہر سے آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کمپاؤنڈ میں کوئی جنگلی ہاتھی گھس آیا ہو۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب آئے اور پھر دوسرے ہی لمحے میں عمران نے رفعت جاہ کو دروازے کی طرف بھاگتے دیکھا پھر سب انسپکٹر بھی ادھر ہی بڑھا۔ اس کے بعد عمران کے قدم اٹھے۔ وہ کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک آدمی جس کا لباس تار تار ہو کر جسم پر جھول رہا تھا۔ اچھلتا کودتا نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا تھا دوسرے ہاتھ میں بڑا سا

چاقو۔ کچھ لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن اس کے قریب جانے کی ہمت ان میں نہیں تھی۔ یہ رفعت جاہ کے محافظ تھے۔ رفعت جاہ بھی انہیں میں جا ملے۔

"ارر یہ تو نواب صاحب کے چچا ہیں۔" سب انسپکٹر تشویش کن لہجے میں بڑبڑایا۔ اور پھر عمران نے بھی اسے پہچان لیا۔ اسے یہی بتایا گیا تھا کہ وہ رفعت جاہ کا چچا ہے مگر عمران کو اس پر یقین کرلینے میں کچھ تامل ضرور ہوا تھا۔ کیونکہ عمر کے اعتبار سے چچا ہی بھتیجا معلوم ہوتا تھا۔ رفعت جاہ عمر میں اس سے بہت بڑے تھے۔ لیکن اسے اس حال میں دیکھ کر عمران کو حیرت ہوئی۔ اس سے پہلے اس نے اس کے متعلق اندازہ لگایا تھا کہ وہ ٹھنڈے مزاج کا ایک کم سخن اور سنجیدہ آدمی ہے۔

نواب رفعت جاہ کچھ بدحواس سے نظر آنے لگے تھے۔ ساتھ ہی وہ محافظوں کو ہمت دلانے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔

بدقت تمام وہ لوگ اسے قابو میں کر سکے۔ کئی کے ہاتھ اس کے دانتوں سے زخمی ہو گئے تھے۔ پھر کچھ دیر عمران کو الجھن میں مبتلا رہنا پڑا کیوں کہ نواب رفعت جاہ محافظوں کے ساتھ عمارت کے اس حصے کی طرف گئے تھے جہاں ان کے اعزا کا قیام تھا۔

سب انسپکٹر بھی شاید اس ہنگامے کی وجہ ہی معلوم کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ عمران نے ملازمین سے کچھ معلوم کرنا چاہا لیکن کسی نے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔

"کیا غصے کی حالت میں ایک ہاتھ میں ڈنڈا اور دوسرے میں چاقو رکھنا چاہیے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ نواب صاحب نے آپ کو اپنا مہمان بنالیا ہے ورنہ بتاتا۔!" سب انسپکٹر چڑ کر بولا۔

"فرض کر لیجیے کہ ہم نواب صاحب کے مہمان نہیں ہیں۔!"

"اگر میں نے فرض کر لیا تو آپ جیل میں ہوں گے۔!"

"ہاں ہم عنقریب یہاں کی جیلوں کا معائنہ کرنے والے ہیں۔"

سب انسپکٹر کچھ نہ بولا۔ وہ قدموں کی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔ رفعت جاہ کمرے میں داخل ہوئے ان کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں تھیں اور وہ اس طرح ہانپ رہے تھے جیسے کسی سانڈ سے زور آزمائی کر کے آئے ہوں۔

وہ ایک کرسی میں گر گئے۔ عمران اور سب انسپکٹر خاموش بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد نواب صاحب نے رومال سے اپنا چہرہ صاف کیا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگے۔

"یہ کیا قصہ تھا جناب....!" سب انسپکٹر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ارے بھئی کیا بتاؤں۔" وہ مضمحل آواز میں بولے۔ "ان پر کبھی کبھی اس قسم کے دورے پڑتے ہیں۔!"

"کب سے....!"

تقریباً چھ ماہ سے.... یہ دراصل یہاں نہیں رہتے تھے میں ہی انہیں یہاں لایا ہوں تاکہ ان کا علاج ہو سکے۔ لیکن ابھی تک ان کی حالت نہیں سنبھل سکی۔ ذہنی امراض کے ماہر ترین معالج بھی حیران ہیں کہ یہ کس قسم کے دورے ہیں۔!"

"ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔!" عمران بول پڑا۔

"کیوں....!" رفعت جاہ اور سب انسپکٹر ایک ساتھ بول پڑے۔

"ان پر پری کا سایہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک بار ہمارے ابا حضور پر بھی پری کا سایہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سارے مصاحبین کو دھکے دے کر نکلوا دیا۔ اور ان کی جگہ اتنے ہی قوال رکھ لئے.... پھر تو سارے ڈھمپ میں قوالی کا وہ زور ہوا کہ لوگ ایک دوسرے کو "اہے وا" کہہ کر مخاطب کرنے لگے الاماشااللہ.... ہاں تو ہم بھی یہ کہہ رہے تھے کہ پری پر اُن کا سایہ ہو گیا ہے۔"

"آپ اپنی زبان بند رکھیں تو بہتر ہے۔" سب انسپکٹر ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"زبان.... بند رکھیں...." عمران نے حیرت سے کہا۔ "ارے زبان کو تو آپ حوالات میں بھی بند نہیں کر سکتے۔!"

"میں بند کر سکتا ہوں بشرطیکہ نواب صاحب اجازت دے دیں۔" سب انسپکٹر غرایا۔

"آپ انہیں اجازت دے دیجئے۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"بھئی ختم بھی کیجئے اس قصے کو.... میں اس وقت بہت الجھن میں ہوں۔ میرے چچا کی بیماری تو خیر تھی ہی لیکن اس وقت....!"

نواب رفعت جاہ خاموش ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

"فرمائیے......جناب....!" سب انسپکٹر نے بڑی مستعدی سے کہا "اگر میرے لائق

کوئی خدمت....!“

”سو فیصدی آپ ہی کے لائق ہے۔!“

”ضرور فرمایئے۔!“

”یہ لیجئے.... اسے دیکھئے۔“ نواب رفعت جاہ نے کاغذ کا ایک ٹکڑا سب انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کو تلاش کہاں کیا جائے۔!“

”یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ پھر خدمت کیا کریں گے۔“ رفعت جاہ کے لہجے میں طنز تھا۔

”دیکھئے.... ٹھہریئے.... فی الحال ہمارے پاس دو ایسے آدمی ہیں جن کے ذریعہ مجرموں تک رسائی ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ حضرت اور دوسرا وہ ویٹر جس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔!“

”تو اپنا ہی ذہنی توازن کہاں ٹھیک ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ کبھی بلی کی طرح میاؤں میاؤں کریں اور کبھی کتوں کی طرح بھونکنے لگیں۔ یہ ہماری لیاقت ہے کہ ہم جو کچھ سوچتے ہیں کر نہیں گزرتے ورنہ ہم بھی غیر متوازن دماغ والے قرار دیئے جا سکتے ہیں۔!“

”ان سے آپ کیا معلوم کر سکیں گے۔“ رفعت جاہ نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”میں تصدیق کر چکا ہوں کہ یہ ڈھمپ کے شہزادے ہیں لیکن میں آج بھی نہیں بتا سکتا کہ یہ ریاست کہاں ہے۔!“

”کہاں سے تصدیق ہوئی ہے۔!“

”وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان ان سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔!“

”نہیں۔!“ سب انسپکٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

رفعت جاہ پائپ کو دانتوں میں دبا کر سلگانے لگے۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ سب انسپکٹر اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ ویسے عمران کی نظر کاغذ کے اس ٹکڑے پر تھی جو رفعت جاہ نے سب انسپکٹر کو دیا تھا۔

دفعتاً اس نے سب انسپکٹر سے پوچھا۔ ”یہ کاغذ کیسا ہے۔!“

”خود ہی دیکھ لیجئے۔!“ سب انسپکٹر نے وہ کاغذ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

عمران نے کنکھیوں سے رفعت جاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کاغذ لے لیا۔ رفعت جاہ کے چہرے سے صاف پڑھا جا سکتا تھا کہ انہیں اس کا عمران کے ہاتھوں میں پہنچنا گراں گزرا ہے۔

عمران نے اس کی پروا کئے بغیر اس تحریر پر نظریں جما دیں جو کاغذ پر انگریزی حروف میں ٹائپ کی گئی تھی۔

> رفعت جاہ! کیوں شامت آئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو تمہارا یہ چچا ہی تمہارے لئے ایک مستقل دردِ سر بن سکتا ہے میں اسے اس حال کو بھی پہنچا سکتا ہوں کہ اسے کبھی ہوش ہی نہ آئے اور یہ تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو ہلاک کر ڈالے میرا خیال ہے کہ یہ تنبیہہ تمہارے لئے کافی ہو گی تصویریں اب بھی میرے حوالے کر دو۔
>
> (پجاری)

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور رفعت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا ”ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سارا خاندان خاک میں مل جائے گا لیکن آپ تصویریں اسے نہ دیں گے۔!“

”آپ کا خیال بالکل درست ہے....!“ رفعت جاہ مسکرائے۔

”کیا آپ کو خاندان والوں سے محبت نہیں ہے۔!“

”ہے کیوں نہیں لیکن میں نے آج تک کسی بھی معاملے میں دوسروں کے سامنے سر نہیں جھکایا....!“

”اچھا آپ وہ تصاویر ہمیں تحفتہً دے دیجئے۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”یہ ممکن ہے مگر ابھی نہیں۔ ابھی تو مجھے اس پجاری اور اس کے حواریوں سے سمجھنا ہے۔!“

”کیا وہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا چکا ہے۔!“

”نہیں لیکن یہی کیا کم ہے کہ وہ مجھے چیلنج کر رہا ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ وہ آزادانہ اس طرح یہاں داخل ہو کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔!“

”لیکن یہ پرچہ آپ تک کیسے پہنچا۔!“

”یہ پرچہ اسی کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا جس میں چاقو تھا۔!“

”کمال ہے....!“ سب انسپکٹر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

”آپ کے چچا کا نام کیا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”پرنس قدیر کہلاتے ہیں۔!“

”مگر ہم کیسے یقین کرلیں کہ وہ آپ کے چچا ہیں۔!“

”بھئی آپ خاموش ہی بیٹھیے!“ رفعت جاہ نے اکتا کر کہا۔

”ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اپنا اتنا وقت برباد کیا۔ اب پھر ہم اڈلفیا میں واپس چلے جائیں گے۔!“

”یہ سراسر ناممکن ہے۔!“ رفعت جاہ مسکرائے۔

”کیوں....؟“

”بس یوں ہی... میں مہمانوں کی تجہیز و تکفین کی سعادت سے بھی محروم نہیں رہنا چاہتا۔“

”ارے تو کیا اب ہم لان پر چہل قدمی نہیں فرما سکیں گے۔“ عمران نے چڑ چڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

”شوق سے.... شوق سے.... لیکن آپ پھاٹک کے باہر قدم نہ رکھ سکیں گے۔!“

عمران بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکل آیا.... وہ اس وقت دراصل نواب صاحب کے ایک محافظ کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ وہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔ اس نے ہدہد کو بھی ہدایت کی تھی کہ اس پر نظر رکھے۔ اس وقت جب پرنس قدیر والا ہنگامہ ہوا تھا وہ دوسرے محافظوں کے ساتھ نہیں تھا۔ عمران کو ابھی تک اس کا نام بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ ہدہد نے بھی لاعلمی ظاہر کی تھی لیکن اس نے آج کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرے گا۔

اور وعدے کے مطابق وہ اسے مالتی کی کنج میں ملا جو شمالی پھاٹک سے تقریباً دو سو گز ادھر ہی تھی۔ ہدہد نے بتایا کہ اس محافظ کا نام ضیغم تھا۔ لیکن دوسرے محافظوں میں سے کسی کو بھی اس کے متعلق کچھ نہیں معلوم وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ بھی نئے محافظوں میں سے ہے۔ اور اس کی ملازمت کی مدت زیادہ نہیں ہے۔ عمران دوبارہ اس پر نظر رکھنے کی ہدایت دے کر وہاں سے ہٹ آیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب پھاٹک کے باہر قدم نکالنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی ہے۔ شاید وہ فون بھی استعمال نہ کرسکے۔ مگر اب یہ بہت ضروری تھا کہ کم از کم روشی کو ٹرنک کال کر کے یہاں بلوالیتا.... وہ پھر عمارت کی طرف چلنے لگا۔ دفعتاً اس کی نظر نجمہ پر پڑی۔ جو ایک بڑے پام

کے نیچے کھڑی خرگوشوں سے کھیل رہی تھی۔ وہ سیدھا اس کی طرف چلا۔

”ہمیں بھی خرگوش بہت پسند ہیں شہزادی صاحبہ....!“

”شہزادی صاحبہ۔!“ اس نے حیرت سے کہا۔ اور پھر بے ساختہ ہنس پڑی کافی دیر تک ہنستے رہنے کے بعد بولی۔ ”میں کہاں کی شہزادی ہوں میرا باپ بیچارہ ایک معمولی سا ڈپٹی کمشنر ہے۔!“

”اس سے کیا ہوتا ہے پھر بھی آپ کی رگوں میں شاہی خون تو موجود ہے۔!“

”یہ بھی غلط ہے شہزادے صاحب ہم کسی شاہی نسل سے تعلق نہیں رکھتے نانا جان کو انگریزوں سے جاگیردار خطاب ملے تھے ورنہ ہو سکتا تھا کہ نانا جان کے والد صاحب یہ بھی نہ جانتے رہے ہوں کہ والد صاحب کسے کہتے ہیں۔!“

”سبحان اللہ.... مگر ہم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔!“

”شہزادے ٹھہرے نا....! شہزادوں کو مطلب سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے مطلب سمجھنے کی کوشش تو وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوتی۔!“

”ایک بار پھر سبحان اللہ.... بلکہ کیا کہتے ہیں.... انشاء اللہ بھی.... نہیں.... کچھ اور کہتے ہیں.... اوہاں.... ماشاء اللہ.... انشاء اللہ....!“

”کھوپڑی میں کیا ہے....؟“ نجمہ اس کی پیشانی کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

”چمبیلی کا تیل قسم اول....!“

”نہیں بس....!“ نجمہ نے کہا اور جھک کر ایک خرگوش گود میں اٹھالیا۔ پھر بولی ”آپ کی یہ ریاست ڈھمپ کہاں واقع ہے۔ ہمارے گھر میں شاید ہی کبھی کسی نے اس ریاست کا نام سنا ہو۔!“

”اف فوہ.... اب شاید ہم بھی قدیر صاحب ہی کی طرح پاگل ہو جائیں گے۔!“ عمران اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

”ہو سکتا ہے....!“ نجمہ نے خشک لہجے میں کہا۔ ”ماموں جان کیا کر رہے ہیں۔ پولیس کیا کر رہی ہے۔!“

”ماموں جان صبر کر رہے ہیں۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اور پولیس کہہ رہی ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔!“

"کیا آپ نے خود ہی ڈائنامائیٹ نہیں رکھے تھے۔!"

"ہو سکتا ہے ہم نے ہی رکھے ہوں۔ ہمیں کچھ یاد نہیں ہے۔ ہمیں بھولنے کا مرض ہے شہزادی صاحبہ....!"

"میں آپ کا یہ مرض دور کر سکتی ہوں....!" نجمہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آہا.... ہم بے حد شکر گزار ہوں گے.... جناب والا.... ارر.... محترمہ....!"

"آیئے میرے ساتھ۔!" نجمہ خرگوش کو زمین پر پھینک کر آگے بڑھتی ہوئی بولی عمران اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"یہ قدیر صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔" اس نے روا روی میں پوچھا۔

"یہ قدیر یعنی چھوٹے نانا جان کی بات کر رہے ہیں آپ۔!"

"آہام.... کیا اُن کا نام قدیر نہیں ہے۔!"

"ماموں جان انہیں پرنس قدیر کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے باپ ایک معمولی زمین دار تھے۔ اور شاید وہ پرنس کی ہجے بھی نہ جانتے رہے ہوں۔!"

"خیر.... ہاں.... تو یہ پرنس قدیر کب سے بیمار ہیں۔!"

"سنا ہے کہ چھ ماہ سے.... اب ماموں جان انہیں یہاں لائے ہیں۔!"

"کیا وہ مستقل طور پر یہاں نہیں رہتے....!"

"نہیں وہ تو گاؤں میں رہتے ہیں اور شاید چماروں کے پرنس ہیں۔!"

"ایک بار پھر سبحان اللہ۔ آپ واقعی شہزادی معلوم ہوتی ہیں۔"

"نہیں میں صرف ڈپٹی زادی ہوں۔!"

"آپ کچھ بھی ہوں مگر یہ پرنس قدیر....!"

"میں پرنس قدیر میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں لیتی۔ مجھے بور نہ کیجئے۔!"

"بہت بہتر.... مگر آپ ہمیں لے کہاں جا رہی ہیں۔!"

"علاج کے لئے۔" اس نے کہا۔ اور چلتے چلتے ایک حوض کے کنارے رک گئی۔

"دیکھئے میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ حوض کی تہہ دیکھنے سے بھولنے کا مرض جاتا رہتا ہے۔ روزانہ تقریباً پندرہ منٹ تک یہ مشق کیا کیجئے....!"

"اوہ.... اچھا شکریہ....!" عمران جھک کر حوض میں دیکھنے لگا۔ لیکن وہ غافل نہیں تھا اس نے نجمہ کی پرچھائیں کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔ اور پھر اس کا پیر اٹھا۔

عمران بڑی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نجمہ توازن برقرار نہ رکھ سکی دوسرے ہی لمحے میں وہ حوض میں غوطے کھا رہی تھی۔ حقیقتاً اس نے یہ چاہا تھا کہ اسے لات مار کر حوض میں گرا دے۔ لیکن اپنی شرارت کی شکار خود ہو گئی۔

"ارے.... ارے نکالو.... مجھے....!" وہ غوطے کھاتی ہوئی چیخی۔

"یہ آپ وہاں کیسے تشریف لے گئیں شہزادی صاحبہ....!" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نکالو.... خدا کے لئے.... پانی زیادہ ہے۔ میں پنجوں پر اچھل رغی غرط اپ.... ارے.... بچاؤ....!"

"ارے بچاؤ....!" دفعتاً عمران بھی احمقانہ انداز میں چیخا۔ اور اس طرح حوض کے کنارے اچھلنا شروع کر دیا جیسے سچ مچ بُری طرح بوکھلا گیا ہو۔

آخر نجمہ خود ہی حوض کا ایک کنارا پکڑ لینے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن اچھل کر اوپر جانا اب بھی اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

"میرے ہاتھ پکڑیئے۔!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

اب عمران نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے حوض سے باہر نکالا اور وہ تیر کی طرح عمارت کی طرف چلی گئی۔ کبھی دوڑتی اور کبھی آہستہ چلنے لگتی عمران اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

* * *

عمران کی تحقیقات ابھی غیر تسلی بخش تھیں وہ کرتا بھی کیا۔ رفعت جاہ اس کے معاملے میں روز بروز سخت ہوتے جا رہے تھے۔ نہ وہ سردش محل کی حدود سے باہر قدم نکال سکتا تھا اور نہ فون استعمال کر سکتا ہے۔ اگر وہ ملازموں سے کچھ پوچھنا چاہتا تو وہ اس انداز میں کھسک جاتے جیسے

انہیں بھی عمران کی باتوں کا جواب دینے سے روک دیا گیا ہو۔ آخر وہ رفعت جاہ سے الجھ ہی پڑا

"ہمیں بڑی حیرت ہے کہ ہم آپ کے مہمان ہیں یا قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔!"

"میرے مہمان اسی طرح رکھے جاتے ہیں۔" رفعت جاہ کا جواب تھا۔

"دفن کس طرح کئے جاتے ہیں۔ نواب صاحب....!"

"وہ منظر بڑا عبرت ناک ہوتا ہے مگر آپ اس سے محظوظ نہیں ہو سکیں گے شہزادے صاحب!"

"ہم محظوظ ہونے کی کوشش کریں گے آپ دفن کر کے تو دیکھئے!"

"میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔!"

"اچھا ٹھہریئے کیا ہم اپنی پرائیویٹ سیکریٹری کو بھی یہاں نہیں بلا سکیں گے۔!"

"کیا وہ کوئی عورت ہے۔!"

"ہاں.... ایک اینگلو برمیز لڑکی.... مس روشی ڈک نیل....!"

"کہاں ہے....!"

"دارالحکومت میں۔ ہم ٹرنک کال کر کے اسے طلب کر سکتے ہیں۔!"

رفعت جاہ کچھ سوچنے لگے۔ پھر بولے۔ "یہ ٹرنک کال میری موجودگی میں ہوگی۔!"

"قطعی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں اس سے ہرگز نہیں کہوں گا کہ آتے وقت حقے کا خمیرہ بھی لیتی آئے۔ حقے کے نام ہی پر اسے غش آجاتا ہے۔ مگر ہم نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ کم از کم زندگی میں ایک بار اسے حقہ ضرور پلائیں گے۔!"

پھر عمران نے رفعت جاہ کی موجودگی میں ہی روشی کے لئے ٹرنک کال کی اسے یقین تھا کہ وہ اس وقت اپنے فلیٹ میں ہوگی۔ وہ آج کل محکمہ خارجہ میں ٹائپسٹ کی حیثیت سے کام کر رہی تھی۔ اس کا معمول تھا کہ وہ آفس سے آنے کے بعد پھر کہیں نہیں جاتی تھی۔ اور اس کا قیام بھی اسی فلیٹ میں تھا جہاں احمقوں[ے] والے کیس کے دوران اسے ٹھہرایا گیا تھا۔

اس کے اندازے کے مطابق روشی فلیٹ ہی میں ملی۔

"ہیلو روشی" وہ ریسیور میں دھاڑا۔ "ہمٹ ہزیور پرنس آف ڈھمپ ہم شاہ دارا سے بول رہے ہیں۔"

"اوہ... وہاں.... مگر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

[ے] "حماقت کا جال"

"ہم یہاں سروش محل میں مقیم ہیں.... اور تمہاری ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ تم یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ تین بجے چلنے والی ٹرین سے تم سات بجے تک یہاں پہنچ سکتی ہو۔ ہمیں بہت کم نیند آتی ہے۔ تم جانتی ہو کہ ہم نیپالی طرز کی لوریوں کے بغیر نہیں سو سکتے۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں چلی آؤں گی مگر اب چھٹی کی درخواست بھیجنے کا وقت بھی نہ مل سکے گا۔!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"کس کی پرواہ....؟" رفعت جاہ نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اسٹیشن سے سروش محل تک کیسے پہنچے گی۔!"

"صبح گاڑی بھیج دی جائے گی۔" رفعت جاہ نے کہا۔

عمران ان کا شکریہ ادا کر کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ سروش محل میں آج اُس کا پانچواں دن تھا۔ اس کا سامان بھی اڈلفیا سے یہیں منگوا لیا گیا تھا۔

لیکن شفق کے پجاری ابھی تک پردہ راز میں تھے۔ البتہ عمران پرنس قدیر میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ آج ہی نجمہ نے اسے کھل کر بتایا تھا کہ پرنس قدیر کبھی ہوش میں نہیں رہتا۔ بظاہر ان اوقات میں جب وہ دورے کی حالت میں نہ ہو۔ ایک سنجیدہ اور خاموش طبع آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی ہوش میں نہیں ہوتا۔ نہ وہ کسی کو پہچانتا ہے اور نہ اسے اپنے اعزہ کے نام یاد آتے ہیں اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ رفعت جاہ نے سارے اعزہ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ اس سے گفتگو نہ کریں۔ رفعت جاہ کا کہنا تھا کہ وہ اس کی نہیں بلکہ ڈاکٹروں کی ہدایت تھی۔

عمران قدیر سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی تک اسے اس میں ناکامی ہوئی تھی۔ اول تو وہ اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتا تھا۔ اگر کبھی کبھار کمپاؤنڈ میں نظر بھی آتا تو اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا۔ اگر عزیزوں میں کوئی نہ ہوتا تو کم از کم محل کے محافظ تو یقینی طور پر اس کے ساتھ ہوتے۔

عمران اس کے متعلق سوچتا ہوا لان پر ٹہلتا رہا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اچانک نجمہ سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ شاید وہ عمران ہی کے چکر میں ادھر آئی تھی۔

"اب ہمیں اس وقت کیا کہنا چاہیے۔!" عمران بڑبڑایا۔ "موسم خوش گوار ہونے کے مسئلے پر ہم صبح ہی گفتگو کر چکے ہیں۔!"

"اس وقت ہم...... بھینسوں میں نفسیاتی شعور کے موضوع پر گفتگو کریں گے۔!" نجمہ نے جواب دیا۔ "آہاں سنا ہے کہ آپ کسی عورت روشی کو یہاں بلا رہے ہیں۔"

عمران اس اطلاع پر بوکھلا گیا۔ کیوں کہ ٹرنک کال کرتے وقت کمرے میں نواب رفعت جاہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"آپ کو کیسے علم ہوا شہزادی صاحبہ....!"

"پجاری نے اطلاع دی ہے۔" نجمہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب....!"

"ابھی میں ادھر آ رہی تھی کہ ایک لفافہ پڑا ہوا ملا۔ جس پر ماموں جان کا نام تھا۔ میں نے وہ لفافہ اٹھالیا اس میں سے جو تحریر نکلی ہے پجاری کی ہے۔!"

"ہام.... دیکھیں کیا لکھا ہے۔!"

"نہیں.... یہ ماموں جان کو دے آؤں۔ آپ یہیں ٹھہریئے۔ زبانی بتاؤں گی۔ میرا انتظار کیجئے گا۔!"

پھر وہ دوڑتی ہوئی برآمدے کی طرف چلی گئی۔ عمران وہیں کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا.... یہ لڑکی.... ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور یہ بھی عجیب بات تھی کہ وہ اسے سمجھنا چاہتا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی عمران نے کسی لڑکی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی کیوں کہ عموماً لڑکیاں خود بخود اس کی سمجھ میں آجاتی ہیں۔ وہ اس کا منتظر رہا۔ تھوڑی دیر بعد نجمہ واپس آگئی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نواب صاحب اسے اتنی دیر تک ڈانٹتے پھٹکارتے رہے ہوں۔ وہ آگے بڑھ گئی۔

"ارے.... سنئے تو سہی.... شہزادی صاحبہ....!" عمران اس کی طرف لپکا۔

"نہیں سنوں گی....!" وہ غصیلی آواز میں بولی اور اسی طرح چلتی رہی۔

"آخر کیا ہوا.... اگر کسی نے آنکھ دکھائی ہو تو اس کی آنکھ نکلوالوں....!" عمران نے اس کے برابر پہنچ کر کہا "کسی نے دانت دکھائے ہوں.... تو.... نہیں مطلب یہ کہ.... ٹھہر جائیے.... ہاں بس ٹھیک ہے۔!"

نجمہ رک گئی.... اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا "پجاری نے لکھا ہے کہ آپ فراڈ ہیں اور اب یہاں کسی عورت روشی کو بلو رہے ہیں۔ آپ شہزادے نہیں ہیں۔!"

"پجاری کی ایسی تیسی....!" عمران مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "اگر ہم فراڈ ہیں تو نواب صاحب نے ہمیں اپنا مہمان کیوں بنایا ہے.... مگر اس نے اور کیا لکھا ہے!"

"اس نے لکھا ہے کہ آپ نواب صاحب کو کوئی بہت بڑی چوٹ دیں گے۔ ممکن ہے ان کے جواہرات اڑالے جائیں۔ ممکن ہے کچھ اور کر بیٹھیں۔!"

"اسی لئے آپ ہم سے ناراض ہو گئی ہیں۔!"

"نہیں.... غصہ تو مجھے ماموں جان پر آیا۔ خواہ مخواہ کاٹنے کو دوڑتے ہیں جیسے یہ خط میں نے ہی ٹائپ کیا ہے.... میں ہی انہیں ڈرا رہی ہوں۔!"

"چلئے آج یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی کہ ہم فراڈ ہیں۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ ماموں جان اس سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔!"

"وہ کیا کریں گے.... وہ تصدیق کر چکے ہیں کہ ہم پرنس آف ڈھمپ ہیں اور وہ عورت جسے ہم نے بلایا تھا وہ ہماری پرائیویٹ سیکریٹری ہے۔!"

"کیا مرد پرائیویٹ سیکریٹری کے فرائض انجام نہیں دے سکتے....!" نجمہ نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"نہیں مرد نہیں دے سکتے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "جب ہم اداس ہوتے ہیں تو وہ فوراً ہی ہمارے لئے بطخ کے انڈے تلاش کرتی ہے۔!"

"بطخ کے انڈے.... کیا مطلب....!"

"مطلب تو بطخ ہی بتا سکے گی....!" عمران نے مایوسی سے کہا۔ "لیکن اتنا ضرور ہے کہ بطخ کے انڈے دیکھ کر ہماری اداسی دور ہو جاتی ہے۔ اگر انڈے نہ ملیں تو ہم تھوڑی دیر بعد دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ ہاں یہ تو بتائیے کہ محل میں کتنے فون ہیں۔!"

"چار.... کیوں....!"

"بس یوں ہی ہم نے سوچا ممکن ہے فون پر کسی نے ہماری گفتگو سنی ہو۔!"

”اوہ.... تو کیا....!“

”ہاں... ابھی کچھ دیر ہی پہلے ہم نے اپنی پرائیویٹ سیکریٹری کے لئے ٹرنک کال کی تھی۔!“

”میرے خدا تو کیا.... وہ بچاری.... یہاں.... محل میں موجود ہے....!“

”یقیناً ورنہ.... ہماری آواز کیسے سنی جاتی.... جب ہم نے فون پر گفتگو کی تھی تو ہمارے پاس نواب صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ آپ کو یہ لفافہ کہاں ملا تھا کیا آپ وہ جگہ دکھا سکیں گی۔!“

”ہاں کیوں نہیں.... آیئے....!“

عمران اس کے ساتھ چلنے لگا.... پھر وہ ایک کھڑکی کے نیچے رک گئی۔

”یہاں....!“ نجمہ نے ایک طرف اشارہ کیا۔ یہ جگہ کھڑکی سے ایک گز کے فاصلے پر تھی۔ عمران چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر دفعتاً وہ دونوں ہی چونک پڑے کسی کا بھاری بھرکم قہقہہ فضا میں گونج رہا تھا۔

”قدیر.... نانا....!“ نجمہ بڑبڑائی۔

پرنس قدیر کھڑکی کی سلاخوں پر جھکا ہوا وحشیانہ انداز میں ہنس رہا تھا۔

”کیا ہم بھی قہقہہ لگائیں پرنس قدیر....!“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”ضرور.... ضرور.... آدمی کو ہر وقت قہقہے لگانا چاہئے۔ہنسو.... خوب ہنسو....!“ اس نے کہا اور کھڑکی سے ہٹ گیا۔

”میں نے آج پہلی بار انہیں اس طرح ہنستے دیکھا ہے۔!“ نجمہ نے کہا۔

”یہ پاگل نہیں معلوم ہوتے۔!“ عمران وہاں سے ہٹتا ہوا بولا۔ ”آیئے آج پھر ہم حوض کے کنارے اپنی یادداشت درست کرنا چاہتے ہیں۔!“

نجمہ اس تذکرے پر جھینپ گئی۔ لیکن پھر اس نے فوراً ہی کہا۔ ”میں ہر وقت آپ کے متعلق سوچتی رہتی ہیں۔!“

”کیا سوچتی رہتی ہیں۔!“

”یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔ آدمی ہیں بھی یا نہیں۔ میں نے پچھلے سال چڑیا گھر میں بالکل آپ ہی کی شکل کا ایک لنگور دیکھا تھا۔!“

”انگور.... ہاں ہمیں انگور بے حد پسند ہیں۔ مگر ہم نے چڑیوں کا گھر آج تک نہیں سنا۔ اسے گھونسلا کہتے ہیں.... اگر آپ نے گھونسلے میں انگور دیکھا تو ہم اسے باور کرلیں گے۔ کیونکہ اکثر پرندے بھی انگور بے حد پسند کرتے ہیں۔

نجمہ نے بات اڑا کر کہا ”آج قدیر نانا نے یہاں کوئی گڑھا نہیں کھودا وہ سارے کمپاؤنڈ کو برباد کرائے دے رہے ہیں۔!“

”ہائیں.... کیا مطلب.... کیا وہ گڑھے بھی کھودتے پھرتے ہیں۔!“ عمران نے اپنے دیدوں کو گردش دی۔!

”ہاں.... میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کا پاگل پن ہے.... اور تو اور ماموں جان ان سے بھی زیادہ خبطی ثابت ہو رہے ہیں۔!“

”کیوں وہ کیا کرتے ہیں۔!“

”اگر قدیر نانا ایک بالشت کھودتے ہیں تو وہ اسی جگہ کنواں کھدوا دیتے ہیں۔!“

”اگر ہم پر پاگل پن سوار ہو تو ہم پورے شہر کو سمندر بنادیں گے۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

نجمہ ہنسنے لگی اور آہستہ سے بولی ”تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔!“

”ہماری ممی بھی یہی کہتی ہیں۔!“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

نجمہ اسے اس طرح گھورنے لگی جیسے سچ مچ وہ کوئی عجوبہ ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”آپ یہاں کب تک مقیم رہیں گے۔!“

”آہا... یہاں سے جانے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔ ہم سوچ رہے ہیں کیوں نہ شاہ دارا کو ڈھمپ سے بدل لیں۔ مگر ہاں وہ قدیر صاحب تو پاگل ہی ٹھہرے آخر نواب صاحب پر پاگل پن کیوں سوار ہو جاتا ہے۔!“

”وہ کہتے ہیں کہ انکل جو کچھ بھی کریں۔ اس میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے اس طرح ان کی الجھنیں رفع ہو سکتی ہیں اور ذہنی مرض دور ہو سکتا ہے۔!“

”لہٰذا اگر وہ ایک بالشت زمین کھودتے ہیں تو نواب صاحب وہاں کنواں کھدوا دیتے ہیں۔!“

”جی ہاں.... خدا دونوں کے حال پر رحم کرے.... آیئے....!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتی ہوئی بولی عمران پھر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ اب صرف قدیر اور اس کے زمین

کھودنے کے خبط کے متعلق سوچ رہا تھا اور پھر اس حد تک اس کی دلدہی کی جاتی تھی کہ جہاں وہ معمولی سا گڑھا کھودتا تھا وہاں کنوئیں کھدوا دیے جاتے تھے۔

”کیوں شہزادی صاحبہ کیا وہ کنوئیں بند نہیں کرائے جاتے۔!“

”بعد کو بند کرا دیے جاتے ہیں۔!“

”اُف فوہ... کتنے مصارف ہوتے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ نواب صاحب فرشتہ ہیں۔!“

”سنا ہے کہ ان کی ماں بھی فرشتہ تھیں۔“ نجمہ نے قہقہہ لگایا۔

”کیا مطلب... آپ اپنی نانی کے متعلق کہہ رہی ہیں۔ یعنی ان پر اس طرح ہنس رہی ہیں۔!“

”ہشت.... وہ میری نانی کیوں ہونے لگی.... وہ ایک انگریز عورت تھی۔!“

”نہیں....!“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں.... نانا جان نے اس کے بعد دوسری شادی کی تھی.... اور اس طرح میری ماں عالمِ وجود میں آئی تھیں اور آج بھی ان کا وجود پایا جاتا ہے.... میں کسی انگریز عورت کی نواسی بننے سے بہتر یہ سمجھتی ہوں کہ کسی کتیا کو نانی کہنا شروع کر دوں۔!“

”نانا کی بیوی ہر حال میں نانی کہلائے گی۔!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”کہلائے....!“ نجمہ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”مگر آپ مجھے کہاں لے جا رہی ہیں۔!“

”جہنم میں....!“

”ٹھہرئیے.... ٹھہرئیے....!“ عمران یک بیک رک گیا۔

”کیوں....!“

”ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم کبھی جہنم میں نہیں جائیں گے کیونکہ ہمارے حضور ابا نے سیکڑوں مسجدیں تعمیر کرائی ہیں۔ یتیم خانوں اور دوسرے تعلیمی اداروں کیلئے دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔!“

”وہ تو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے۔!“

”کیوں....!“ عمران نے پوچھا اور چلنے لگا۔

”مسجدیں تعمیر کراتے ہیں کبوتروں اور ابابیلوں کے لئے یتیم خانوں میں چندہ دیتے ہیں.... خیر ہٹاؤ مجھے کیا....؟ مجھے مطلب....؟ نوابوں اور شاہوں کی باتیں ہیں۔!“

”اوہو.... خیر ہٹائیے.... ہاں تو آپ کے نانا نے اس انگریز عورت کی موت کے بعد آپ کی نانی سے شادی کی ہوگی۔!“

”ڈھمپ صاحب ہوش میں آئیے.... ورنہ میں آپ کا سر توڑ دوں گی....!“

”یقیناً... وہ بھلا شادی سے پہلے میری نانی کیسے ہو سکتی ہیں۔!“

”ارے تو ہم نے یہ کب کہا ہے۔!“

”کیوں نہیں اس کا کیا مطلب ہوا کہ آپ کی نانی سے شادی کی تھی۔ گویا وہ پہلے ہی سے میری نانی تھیں.... شادی بعد میں ہوئی تھی۔!“

”ارے آپ تو عمران کی بھی چچی معلوم ہوتی تھی۔!“

”کیا... کس کی چچی....!“

”شیطان کی چچی....!“

”آپ خود شیطان کے چچا....!“

”ہمیں منظور ہے.... بشرطیکہ آپ کے والدین راضی ہو جائیں۔!“

”کیا مطلب....!“ وہ عمران کو گھورنے لگی۔ پھر اس جملے کا مطلب سمجھ کر چلتے چلتے رک گئی۔

”تم گدھے ہو مسٹر ڈھمپ....!“ وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

”ہاں ڈھمپ میں گدھے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آپ انہیں دیکھ لیں تو پھر کسی آدمی کو گدھا کہنے کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ ہاں چلئے آپ کہاں چل رہی تھیں۔!“

”کہیں نہیں....اب آپ جا سکتے ہیں....!“

”مگر کہاں.... ہم کہاں جائیں شہزادی صاحبہ.... پتہ نہیں ہماری آنکھوں میں اندھیرا ہے یا سورج سچ مچ غروب ہو چکا ہے۔ کیا آپ ہمیں ہمارے کمرے تک پہنچا سکیں گے۔ اندھیرے میں کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ حالانکہ اجالے میں ہم عینک کے بغیر بھی دیکھ سکتے ہیں۔!“

حالانکہ ابھی اتنا زیادہ اندھیرا نہیں پھیلا تھا سورج غروب ہو چکا تھا اور آسمان پر چمکیلے سرخ رنگ کے بادل موجود تھے جن کا روشن عکس زمین پر پڑ رہا تھا۔ قبل اس کے کہ نجمہ کچھ کہتی جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں نواب رفعت جاہ اپنے دو محافظوں سمیت ان کے سامنے موجود تھے۔

”یہ کیا ہو رہا ہے....!“ وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر غرائے۔

”ابھی تو کچھ بھی نہیں ہو رہا....!“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا اور نجمہ کی طرف دیکھنے لگا۔!

”چلو شروع ہو جاؤ....!“ نواب صاحب نے دونوں محافظوں کو مخاطب کیا۔ ”یہ کیا کر رہے ہیں ماموں جان۔!“ نجمہ چیخی.... وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ ”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ہم یہاں چہل قدمی کر رہے تھے۔!“

”تم جاؤ یہاں سے....!“ وہ اس پر پلٹ پڑے۔

”شروع ہو جاؤ بھئی....!“ عمران نے بھی محافظوں سے کہا۔

”دیکھتے کیا ہو مارو مردود کو....!“ رفعت جاہ دھاڑے۔

”نہیں.... نہیں ماموں جان....!“

”شٹ اَپ....!“ نواب صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا شاید وہ عمران اور محافظوں کے درمیان آجانا چاہتی تھی۔ محافظ عمران کی طرف جھپٹے۔

”ارے بھئی ذرا احتیاط سے....!“ عمران نے ہنس کر کہا۔ ”ہمارے کپڑے گندے نہ ہونے پائیں ہم بہت نفاست پسند ہیں۔!“

دونوں محافظ ایک دوسرے سے ٹکرا کر زمین پر ڈھیر ہوگئے۔ عمران ان سے تین ہی چار قدم کے فاصلے پر کھڑا ہنس رہا تھا۔ وہ پھر اٹھے.... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ اس بار عمران کو پیس کر پی جائیں گے لیکن ان میں سے ایک سر پکڑے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرا اچھل کر تقریباً دس گز کے فاصلے پر جا گرا۔

”نواب صاحب ہم اپنے کپڑے میلے نہیں ہونے دیں گے....!“ عمران نے بڑے سعادتمندانہ انداز میں کہا۔

نواب رفعت جاہ کا منہ حیرت سے پھیل گیا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے.... وہ اب پھیلا ہی رہ جائے گا۔!

نجمہ عجیب قسم کی ہنسی ہنس رہی تھی جو نہ ہنسی معلوم ہوتی تھی اور نہ اسی رونا ہی کہا جا سکتا تھا۔

”اپنی مدد کے لئے کم از کم پانچ آدمیوں کو بلالو....!“ عمران نے محافظوں سے کہا جو دور کھڑے اسے گھور رہے تھے۔ ”اس طرح چوٹیں تقسیم ہو جائیں گی اور تم خسارے میں نہ رہو گے.... بولو شفق کے پجاری کی جے۔!“

”ہائیں.... پولیس.... پولیس....!“ نواب رفعت جاہ بھرائی ہوئی آواز میں چیخے.... ”پولیس کو فون کرو.... یہ.... یہ شش.... شفق کے پجاری....!“

دونوں محافظ دوڑتے ہوئے عمارت کی طرف چلے گئے شاید انہوں نے بھی سوچا تھا کہ چلو جان بچی۔

”نواب صاحب کیا آپ بھی پرنس قدیر کی طرح اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔!“

”کک.... کیوں....!“

”کیا سر سلطان نے آپ کو ہمارا حلیہ بتا کر ہمارے پرنس آف ڈھمپ ہونے کی تصدیق نہیں کی تھی۔!“

”تم کوئی بھی ہو.... لیکن میری عزت سے نہیں کھیل سکتے۔!“

”ہم نے آج تک فٹ بال کے علاوہ اور کوئی کھیل نہیں کھیلا۔ آپ خواہ مخواہ الجھن میں پڑ گئے ہیں۔ بھلا پولیس ہمارا کیا بگاڑ سکے گی۔ ایک گھنٹہ کے اندر اندر ہم سارے ملک میں تہلکہ مچادیں گے۔!“

”تم اس لڑکی کو کیوں پھسلا رہے تھے....!“ نواب صاحب غرائے۔

”خدا ہمیں غارت کرے۔“ عمران اپنے گالوں پر پے در پے کئی تھپڑ مارتا ہوا بولا۔ ”ارے یہ لڑکی تو خود ہمیں الّو بنا رہی تھی۔ آپ ٹھیک وقت پر پہنچے ورنہ ہم الّو تو خیر کیا.... ہاں مرغا ضرور بن گئے ہوتے۔!“

”کیوں....!“ نواب صاحب نجمہ کی طرف دیکھ کر غرائے۔

”جی ہاں.... میں انہیں ایک گڑھے میں گرانے لے جا رہی تھی۔!“

”کیا مطلب....!“

”گڑھے میں.... جس پر لکڑی کی تیلیاں رکھ کر گھاس بچھادی گئی تھی۔!“

”آخر کیوں....؟“ نواب رفعت جاہ صاحب دانت پیس کر بولے۔

”ایک دن میں نے انہیں حوض میں گرانے کی کوشش کی تھی مگر خود ہی گر گئی تھی۔!“

“تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!”

“یہاں اگر کسی کا دماغ خراب نہ ہو تو اس سے ہمیں ضرور ملوایئے۔!” عمران نے سر ہلا کر کہا۔

“ختم کیجئے....!” رفعت جاہ ہاتھ اٹھا کر بولے “مجھے شرمندگی ہے۔!”

“شرمندگی ان بیچارے محافظوں پر ظاہر کیجئے جو اب ایک ہفتہ تک پلنگ پر پڑے رہیں گے۔ کیونکہ ہمارے ہاتھ کی چوٹیں عموماً دو تین گھنٹے بعد گل کھلاتی ہیں۔!”

معاملہ اس سے آگے نہ بڑھ سکا وہ لوگ عمارت کی طرف چلے گئے۔

◆

دوسری صبح روشی شاہ دارا کے اسٹیشن پر اتری اور ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے توقع تھی کہ عمران اسٹیشن پر موجود ہوگا۔ ٹرین چلی بھی گئی لیکن روشی پلیٹ فارم پر ہی کھڑی رہی۔ دفعتاً ایک طویل قامت اور وجیہہ آدمی اس کی طرف بڑھا۔

“محترمہ روشی....!” اس تے مودبانہ انداز میں سوال کیا۔

“آ.... ہاں.... جی ہاں.... فرمایئے....!”

“مجھے ہز ہائی نس پرنس آف ڈھمپ نے سروش محل سے بھیجا ہے۔!”

“اوہ.... اچھا.... اچھا.... چلو....!”

دراز قد آدمی نے اس کا سفری بیگ جھک کر اٹھالیا۔ وہ دونوں اسٹیشن سے باہر آئے۔ یہاں ایک لمبی سی لیماؤ سین کھڑی تھی۔

“تشریف رکھیے....!” اس نے گاڑی کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ روشی بیٹھ گئی اود اس کے پیروں کے پاس اس کا سفری بیگ رکھ کر ڈرائیور کی سیٹ پر جا بیٹھا۔ گاڑی چل پڑی روشی سوچ رہی تھی کہ پتہ نہیں عمران نے کون سا کھڑاک پھیلایا ہے اور اُسے سروش محل میں کیا کرنا پڑے گا۔

گاڑی چلتی رہی اور پھر جب وہ شہر سے نکل کر کھیتوں اور جنگلوں سے گذرنے لگی تو روشی کو تشویش ہوئی۔

“اوہ.... کیا سروش محل ویرانے میں ہے۔!” اس نے دراز قد آدمی سے پوچھا۔

“جی ہاں... نواب صاحب شہر کے ہنگاموں سے گھبراتے ہیں۔” اس نے مودبانہ جواب دیا۔

“میرے پرنس کی صحت تو اچھی ہے۔!”

“جی ہاں.... وہ بعافیت اور خوش ہیں۔” اس نے جواب دیا۔

روشی خاموش ہو گئی۔ لیکن جلد ہی اس کے ذہن کو ایک زور دار جھٹکا لگا کیونکہ وہ گاڑی کسی محل کے بجائے چھوٹے سے کچے مکان کے سامنے رک گئی تھی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

“نیچے اتر جایئے محترمہ....!” دراز قد آدمی نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔

“یہ سروش محل ہے۔!” روشی نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

“جی ہاں....!”

“تم مجھے دھوکہ دے کر کہیں اور لائے ہو۔!”

“نہیں محترمہ آپ چپ چاپ اتر چلئے خیریت اسی میں ہے اگر اس کے خلاف کریں گی تو آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ کیونکہ یہاں کئی وحشی اور بدتمیز آدمی موجود ہیں۔!”

روشی گاڑی سے اُتر آئی۔ دراز قد آدمی بھی اترا اور اس نے پھر روشی کا بیگ اٹھایا۔

“چلئے” اس نے مکان کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ روشی طوعاً و کرہاً چلنے لگی۔

وہ اندر آئے یہاں تین آدمی موجود تھے۔ اور یہ لباس اور وضع قطع سے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ ان کی شکلیں قاتلوں کی سی تھی۔

“تشریف رکھیے....!” دراز قد آدمی نے ایک شکستہ کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

“اُف آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔!”

“آپ بیٹھ تو جایئے.... ہم قطعی دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔!” روشی بیٹھ گئی۔

“ہاں سنئے.... ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ریاست ڈھمپ کہاں ہے۔!”

“یہ بات پرنس نے خود مجھے بھی آج تک نہیں بتائی۔!”

“یعنی آپ نہیں جانتیں....!”

“قطعی نہیں.... کیا میں پرنس پر زور ڈال سکتی ہوں کہ وہ مجھے ڈھمپ کا جغرافیہ ضرور بتائیں۔ میں ان کی پرائیویٹ سیکریٹری ہوں۔ معقول تنخواہ ملتی ہے۔ پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ خواہ

مخواہ انہیں غصہ دلا کر اپنا مستقبل تباہ کرلوں۔ انہیں اس وقت بہت زیادہ غصہ آجاتا ہے جب کوئی ان سے ڈھمپ کا جغرافیہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"ہوں....!" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اچھا یہی بتا دیجئے کہ وہ سروش محل کس لئے تشریف لائے ہیں۔!"

"اب میں ان سے مل کر پوچھوں گی۔" روشی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ مجھے بتائے بغیر یہاں آئے تھے۔ پھر یہاں بلانے کے لئے کل رات ٹرنک کال کی۔ میں یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں ہیں۔!"

"اچھی بات ہے۔!" اس نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "نتیجہ کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔!"

"اُف آپ لوگ پرنس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں" روشی نے حیرت سے کہا۔ "وہ ایک سیدھے سادھے بیوقوف آدمی ہیں۔!"

"میں حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔!" دراز قد آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"حقیقت تو پرنس ہی سے معلوم ہو سکے گی۔ ویسے میں اتنا جانتی ہوں کہ دارالحکومت کے بہت بڑے بڑے آدمی انہیں دیکھ کر بوکھلا جاتے ہیں۔!"

"شاید اسی لئے رفعت جاہ نے اسے قیدیوں کی طرح رکھ چھوڑا ہے۔!" دراز قد آدمی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"رفعت جاہ کون....!"

"نواب رفعت جاہ سروش محل کا مالک ہے۔!"

"اسے بھی بند کرو....!" دراز قد آدمی نے ان تینوں سے کہا۔ جو روشی کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔!

دراز قد آدمی پھر بولا۔ "اب وہی پرنس کا بچہ باقی رہ جاتا ہے۔ وہ سارے محل میں ہماری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔ کسی طرح اسے بھی لاؤ پھر ہم اس مکان میں آگ لگا دیں گے۔!"

روشی کو دھکیل کر ایک کوٹھری کے دروازے تک لایا گیا اور پھر وہ اندر دھکیل دی گئی۔ قبل اس سے وہ نکل جانے کی کوشش کرتی دروازہ بند ہو چکا تھا۔

"ارے آپ" اسے اندھیرے میں کسی کی آواز سنائی دی لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر جب اس کی

آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں تو اسے بدبد نظر آیا جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے گھور رہا تھا۔ روشی اسے اچھی طرح جانتی تھی اور وہ بھی اس سے واقف تھا۔ "آپ کہاں.... مس صاحب۔!"

"جہاں تم.... پتہ نہیں یہ گدھا کیا کرتا پھر رہا ہے۔!" روشی جھلا کر بولی۔

* * *

ڈرائیور کھڑا ئبری طرح کانپ رہا تھا۔ اور نواب رفعت جاہ.... جامہ سے باہر ہوئے جا رہے تھے.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسے قتل ہی کر دیں گے۔

"حضور گاڑی خراب ہو گئی تھی، میں کیا کرتا۔!"

"گاڑی کے بچے.... یہیں نہیں دیکھ لیا تھا کہ انجن کس حالت میں ہے۔!"

"ہمیشہ رات کو دیکھ لیتا ہوں سرکار.... رات کوئی خرابی نہیں تھی۔!"

"پھر کیسے خراب ہو گیا۔!"

"ختم کیجئے....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہم اغوا کی بو سونگھ رہے ہیں۔ ورنہ وہ اب تک یہاں پہنچ گئی ہوتی.... اب آپ براہِ کرم ہمیں آزاد کیجئے۔ ورنہ نتائج بہت بُرے ہوں گے۔!"

"ٹھہریئے جناب مجھے بھی سوچنے دیجئے۔!" نواب رفعت جاہ نے کہا پھر ڈرائیور کی طرف دیکھ کر غرائے۔ "دفع ہو جاؤ.... جاؤ.... لیکن میری اجازت کے بغیر محل کی حدود سے باہر قدم نہ نکالنا۔!"

ڈرائیور سر جھکائے ہوئے چلا گیا۔

"زیادہ دیر کرنا ٹھیک نہیں ہے نواب صاحب۔!" عمران نے کہا۔

"ارے صاحب یہ کیا ضروری ہے کہ وہ آہی گئی ہو۔!"

"کیا.. اگر وہ نہ آئی ہو گی تو ہم اسکی گردن اڑا دیں گے ڈھمپ میں نافرمانی کی سزا موت ہے۔!"

"اگر آئی تھی تو کہاں گئی۔!"

"وہیں.... جہاں سے پچھلی شام کو آپ نے ایک ٹائپ کیا ہوا خط پایا تھا۔ کیا اس میں یہ تحریر نہیں تھا کہ ڈھمپ کا شہزادہ اپنی سیکریٹری کو طلب کر رہا ہے۔!"

“آپ کو کیسے علم ہوا۔!” رفعت جاہ نے حیرت سے کہا۔

“ہمیں سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ ہم اہالیان ڈھمپ کے روحانی پیشوا بھی ہیں۔ بس اب جلدی کیجئے۔ ورنہ میری سیکریٹری خطرے میں پڑ جائے گی۔!”

“تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے ننھے بچے....!” رفعت جاہ کا لہجہ بہت زہریلا تھا۔

“بنا سکتا ہوں....!” عمران سر ہلا کر بولا۔ “ہم بعض اوقات اپنے حضور ابا تک کو بیوقوف بنا ڈالتے ہیں۔ مگر نواب صاحب اس وقت ہم بہت ہی خراب موڈ میں ہیں اس لئے۔!”

“کچھ نہیں۔!” رفعت جاہ.... ہاتھ اٹھا کر بولے۔ “تم نے یہاں سے بھاگ نکلنے کے لئے یہ پروگرام بنایا تھا.... وہ نہیں آئی.... لہٰذا تم اسے خطرے میں ثابت کر کے یہاں سے نکلنے کا موقع تلاش کر رہے ہو۔!”

“ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کیجئے۔ سر سلطان جیسے لوگ غیر ذمہ دارانہ گفتگو نہیں کرتے۔!”

“میں اپنی مرضی کا مالک ہوں.... ضروری نہیں کہ میں کسی مسئلہ پر سر سلطان ہی کی رائے کو اہمیت دوں۔!”

عمران کچھ نہ بولا۔ اسے سچ مچ غصہ آگیا تھا۔ لیکن اس نے اس پر ایک حماقت انگیز مسکراہٹ کا پردہ ڈال دیا۔ محل سے نکل جانا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مگر وہ خود ہی اس سے پہلو تہی کر رہا تھا۔ مقصد جو کچھ بھی رہا ہو۔

وہ پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکلا اور ایک طرف چلنے لگا۔ اس دن سے ہد ہد بھی نظر نہیں آیا تھا۔ رفعت جاہ نے اس پر بھی شبہ ظاہر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ تمہاری جان پہچان کا ایک آدمی یہاں تھا وہ غائب ہو گیا۔

عمران چلتے چلتے مالتی کی ان جھاڑیوں کے قریب رک گیا جہاں پچھلی شام اس نے رفعت جاہ کے دو محافظوں کی کھوپڑیاں سہلائی تھیں۔

وہ کوئی نیا ہی خیال تھا۔ جس نے اسے بُری طرح چونکا دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ وہیں خیالات میں ڈوبا ہوا کھڑا رہا۔ پھر کسی قسم کی آواز پر چونکا۔ جو جھاڑیوں کی دوسری طرف سے آئی تھی۔

عمران بہت آہستگی سے جھاڑیوں میں داخل ہوا.... اور دوسری طرف اسے پرنس قدیر

نظر آیا جو گھاس پر چت لیٹا ہوا تھا۔ اور قریب ہی دو محافظ بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ قدیر تھوڑی دیر بعد کچھ بڑبڑانے لگتا تھا۔ اور وہ دونوں چونک کر پھر اونگھنے لگتے تھے۔ دفعتاً قدیر اٹھ بیٹھا۔ ساتھ ہی محافظ بھی سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کی ذرا سی غفلت انہیں موت سے ہم کنار کر دے گی۔

قدیر نے جیب سے ایک قلم تراش چاقو نکالا اور اس کی نوک سے ایک جگہ کی مٹی کھودنے لگا۔

“دیکھنا....!” ایک محافظ نے دوسرے سے کہا۔

“مرنے دو سالے کو....!” دوسرا بڑبڑایا۔ “کہاں تک تھکیں مریں ایسا پاگل پن تو آج تک نہ دیکھا نہ سنا۔!”

“اٹھاؤ پھاوڑا....!” دوسرا ہنس پڑا۔

“بیٹھے رہو چین سے....!” اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قدیر کے کانوں تک ان کی گفتگو پہنچی ہی نہ ہو۔ وہ بے تعلقانہ انداز میں مٹی کھودتا رہا.... پھر تھوڑی دیر بعد چاقو ایک طرف پھینک کر اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔

وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

“چیپل.... چیپل....!” ایک بار اس کی آواز بلند ہو گئی۔

“واپس کب چلو گے بادشاہ سلامت....!”

ایک محافظ نے اسے مخاطب کیا۔

“کہاں چلوں.... نہ یہاں مرغیوں کا ڈربہ ہے اور چیپل کا پیڑ.... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں بکری کی مینگنیاں کھاؤں گا۔ موٹی جڑ کے نیچے قلندر کا بندر قیولہ کرتا ہے.... موٹی جڑ.... موٹی جڑ.... ہاں ہاں.... موٹی جڑ موٹی.... موٹی.... موٹی.... جڑ....!”

اس نے تالیاں بجا بجا کر قوالوں کی طرح.... “موٹی جڑ” کو رٹنا شروع کر دیا۔

“اب مسخرہ نہ کھاؤ نہیں تو ہم تمہیں اونٹ کی مینگنیاں کھلا دیں گے” ایک محافظ نے کہا۔

“بکری کی مینگنیاں۔!” قدیر نے جھلا کر کہا۔ “اونٹ ہوتا تو مجھے پتیاں کیوں توڑنی پڑتیں۔!”

“گاؤں میں پتیاں توڑتے ہو۔ بکریاں چراتے ہو.... اور یہاں آکر بادشاہ سلامت بنتے ہو۔ ہمارا بس چلے تو ہم تمہیں خدا گنج پہنچا دیں۔ نہ دن چین نہ رات چین۔!” محافظ نے کہا۔

"خدا گنج نہیں داتا گنج....!" قدیر نے کہا۔

"اب چلو اپنے کمرے میں نہیں تو سر پر پھاوڑا مار کر مغز بہادیں گے۔!"

"نہیں.... خدا کے لئے نہیں....!" قدیر خوف زدہ آواز میں بولا۔ "میں دنیا میں اکیلا ہوں.... بالکل اکیلا...." اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا.... وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

محافظ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔

"مجھے وہاں پہنچا دو.... وہاں.... میں وہاں جاؤں گا.... میری بکری....!" وہ تھوڑی دیر کے بعد ہچکیاں لیتا ہوا بولا۔

"اٹھو....!" محافظوں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر زبردستی اٹھا دیا اور دھکیلتے ہوئے عمارت کی طرف لے جانے لگے۔

عمران نے طویل سانس لی۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکرات کے آثار تھے۔ وہ بھی عمارت کی طرف مڑ گیا۔ اب وہ اس حصے کی طرف جا رہا تھا جہاں نجمہ رہتی تھی۔ اس نے دور ہی سے نجمہ کو ایک کھڑکی میں کھڑے دیکھ لیا تھا۔ قریب پہنچ کر اُس نے ہاتھ اٹھا کر مؤدبانہ اسے سلام کیا۔ نجمہ کا چہرہ چمک اٹھا اُس نے اسے ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئی۔

کچھ دیر بعد وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی۔

"مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔" اس نے عمران کے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "چلئے وہیں مالتی کی کنج میں بیٹھیں گے۔ مجھے ماموں جان کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ انہوں نے خود ہی کچھ دنوں کے لئے ہم لوگوں کو یہیں بلوایا تھا۔! ورنہ میں تو ان کے یہاں تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔!"

"مگر وہ شاید سب سے زیادہ آپ ہی پر مہربان معلوم ہوتے ہیں۔!"

"مگر میں ان سے بے حد نفرت کرتی ہوں۔!"

"واہ.... یہ بات ہماری سمجھ نہیں آ سکی۔ آپ ان سے نفرت بھی کرتی ہیں۔ لیکن شاید آپ کے علاوہ ان کی رہائش گاہ میں اور کوئی نہیں جاتا۔!"

"نہیں بتا سکتی کہ انہیں جلانے میں مجھے کتنا لطف آتا ہے۔ جب وہ مجھ پر جھلاتے خار کھاتے ہیں تو میرا دل خوشی سے ناچنے لگتا ہے۔ اگر کسی سے نفرت ہو جائے تو ہر وقت اس کے سر پر سوار رہنا چاہیے۔ وہ پاگل ہو کر مر جائے گا۔!"

"ہائیں تو کیا.... پرنس قدیر آپ ہی کا شکار ہوئے ہیں۔!"

"قدیر نانا....!" اُس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ماموں جان کو قتل نہ کر دیں۔!"

"کیوں....؟ کیوں....؟"

"بس یوں ہی.... میں یہی محسوس کرتی ہوں۔ جس وقت ان پر بڑبڑاہٹ کا دورہ پڑتا ہے وہ ماموں جان ہی کے بارے میں زیادہ تر بکواس کرتے ہیں۔ قتل کر دوں گا.... مار ڈالوں گا.... زندہ نہ چھوڑوں گا۔ دیکھئے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے پاگل پن کا ڈھونگ اسی لئے رچایا ہو۔!"

"کس لئے....!"

"اسی پاگل پن کی آڑ میں ماموں جان کو قتل کر دیں۔!"

"آپ کو کیوں اتنی تشویش ہے جب کہ آپ ان سے اتنی متنفر ہیں۔!"

"ضروری نہیں کہ جس سے نفرت کرتی ہوں اس کی موت بھی برداشت کر لوں۔!"

"نہ برداشت کیجئے.... ہمیں کیا.... ہاں قدیر صاحب البتہ ہمیں بے حد دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا گھر کہاں ہے۔!"

"داتا گنج میں....!"

"داتا گنج کہاں ہے۔!" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"یہی سڑک جو شہر سے یہاں آتی ہے۔ داتا گنج سے بھی گزرتی ہے۔ یہاں سے شاید چار میل کا فاصلہ ہے۔ مگر آپ کو ان سب باتوں سے کیا سروکار۔!"

"کچھ نہیں ہمیں کیا سروکار.... لیکن آپ ہمیں مالتی کی کنج میں نہ لیجائیں۔ ممکن ہے آج نواب صاحب ہم پر مینڈھے چھوڑ دیں۔ خدا کی پناہ.... کل وہ ہماری اور ہالنگ ہی کرا ڈالتے۔ خر وہ خفا کیوں ہو گئے تھے۔!"

"پتہ نہیں....!" نجمہ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "کیا میں دودھ پیتی بچی ہوں۔!"

"قطعی نہیں.... آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ پچاس سال ہو گی۔!"

"پچاس سال.... آپ گھاس تو نہیں کھا گئے۔!"

"کیا یہاں کھانے کے قابل کوئی گھاس بھی پائی جاتی ہے۔" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اتنا بنتے کیوں ہیں۔!"

"اگر بگڑنا شروع کر دیں تو آپ ہمیں بد اخلاق کہیں گی.... خیر ہاں.... یہ تو بتایئے کہ آپ لوگ کس مٹی سے بنے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی کا یہاں سے چلا گیا ہوتا۔ آخر آپ اور آپ کی ممی یہاں کیوں مقیم ہیں۔!"

"اوہ.... انہیں ماموں جان سے بے پناہ محبت ہے۔ کیونکہ ان کا سگا بھائی کوئی نہیں تھا۔ وہ انہیں خطرات میں چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔!"

"آپ کے والد صاحب کا کیا خیال ہے۔!"

"پاپا کا خیال.... پاپا بیچارے ممی سے بہت ڈرتے ہیں۔ ان میں اتنی ہمت نہیں کہ ممی کے معاملات میں دخل انداز ہو سکیں۔!"

"اوہ آپ.... کیا آپ بھی خائف نہیں ہیں۔!"

"خوف کس بات کا.... میرا خیال ہے کہ آج کل ماموں جان تفریح کے موڈ میں ہیں۔ کسی دوست سے ان کا مذاق جاری ہے۔!"

"کیا مطلب....!" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"ان کے مذاق بھی عموماً خطرناک ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اکثر ان کے بعض احباب بھی ان سے ویسے ہی خطرناک مذاق کر بیٹھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کسی دوست کو اس جرمن سیاح کے متعلق معلوم ہو جس نے خود کو شفق کا پجاری بتایا تھا۔!"

"لیکن ہم اس مذاق میں کیسے آ کودے....!" عمران نے پھر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

"معاف کیجئے گا.... آپ صورت سے بالکل گاؤدی معلوم ہوتے ہیں ممکن ہے بیوقوف سمجھ کر اس مذاق میں شریک کیا ہو گا۔ یعنی آپ اس مذاق کا ذریعہ بنائے گئے۔ ظاہر ہے کہ آپ ہی کی وجہ سے تو ہمیں ڈائنامائیٹ کا علم ہوا.... ورنہ اگر وہ شفق کے پجاری سچ مچ ماموں جان کو ختم کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے خود ہی یہ کارنامہ کیوں نہیں انجام دے ڈالا۔ وہ بھی باہر کی جھاڑیوں میں چھپ کر آسانی سے کام کر سکتے تھے۔!"

"آپ بہت ذہین ہیں۔" عمران نے کہا۔ "مگر حقیقتاً وہ اس سے متفق نہیں تھا۔ کیوں کہ اب اس نے ایک بالکل ہی نئے زاویئے سے اس کیس کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔

"اور آپ کا اپنے متعلق کیا خیال ہے۔ اوہو ہم یہاں کیوں رک گئے کتنی دھوپ ہے۔!"

"اب ہم یہاں سے واپس جائیں گے.... کیوں کہ ہمارا اپنے متعلق کوئی خیال نہیں ہے۔!"

پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا عمارت کی طرف چلا گیا۔

* * *

اسی شام کو عمران نے ایک بار پھر رفعت جاہ کی موجودگی میں روشی کے لئے ٹرنک کال کی۔ لیکن آپریٹر نے بتایا کہ دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا۔

عمران کو رفعت جاہ پر بڑا غصہ آیا۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ آج رات کو کسی نہ کسی طرح یہاں سے ضرور نکل جانا چاہئے۔ ہدہد بھی غائب ہو گیا تھا ورنہ وہ اسی کو اس راہ پر لگانے کی کوشش کرتا۔

وہ اسی اُدھیڑ بن میں تھا کہ روشی اور ہدہد سردش محل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ دونوں ہی بوکھلائے ہوئے تھے۔ انہیں جلد ہی نواب رفعت جاہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ عمران بھی وہیں موجود تھا۔

پھر تقریباً پندرہ منٹ تک عمران روشی پر گرجتا برستا رہا اور وہ گھبرائے ہوئے انداز میں وہ سب کچھ دہراتی رہی جو اس پر گزری تھی۔

"اب یہ کمبخت حد سے گزرتے جا رہے ہیں۔" رفعت جاہ فرش پر پیر پٹخ کر بولے پھر ہدہد سے پوچھا۔ "تم کہاں تھے۔!"

"جج.... جناب والا وہ پانچ تھے اور میں اکیلا مجھے زبردستی پکڑ لے گئے تھے۔!"

"مگر پھر تم لوگ رہا کیسے ہوئے۔!" عمران نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"باتوں میں وقت برباد نہ کرو.... اس مکان پر فوراً ریڈ ہونا چاہئے۔!" نواب رفعت جاہ نے فون کی طرف جھپٹتے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کر رہے تھے۔

روشی نے بتایا کہ وہ ان تینوں آدمیوں کو آپس میں لڑانے میں کامیاب ہو گئی تھی جو ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس طرح انہیں نکل بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈیڑھ درجن مسلح کانسٹیبلوں کا ایک دستہ سروش محل پہنچ گیا۔ ڈی ایس پی سٹی بھی اس کے ساتھ آیا تھا۔ ہد ہد کی رہنمائی میں اس مکان پر ریڈ کیا گیا۔ جو سروش محل سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہ مل سکا۔ مکان ویران پڑا تھا۔ یہ مکان ایک مقامی زمیندار کا چوبارہ تھا۔ لیکن تحقیقات کرنے پر ثابت ہوا کہ زمیندار اس سے لاعلم تھا کہ اس دوران میں اس کو کوئی استعمال کر تا رہا ہے۔ وہ خود تو اسے سال میں صرف دوبار ان ایام میں استعمال کرتا تھا جب ششماہی لگان کی وصول یابی کا وقت آتا تھا۔

بہر حال یہ ریڈ ناکام رہا۔ عمران نے روشی کو پولیس والوں کے ساتھ نہیں جانے دیا تھا۔ حالانکہ وہ اسے بھی لے جانا چاہتے تھے۔ نواب رفعت جاہ بھی اس ریڈ میں شریک تھے۔

واپسی پر عمران غائب تھا۔ اس کے متعلق روشی سے پوچھ گچھ کی گئی۔ لیکن روشی کے پاس لاعلمی کے اظہار کے علاوہ اور کیا تھا۔

"تم نے انہیں کہیں جانے کیوں دیا۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے پوچھا۔

"میں نے....!" روشی نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "آپ ایک ذمہ دار آفیسر ہو کر اس قسم کا سوال کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے بھلا کس کی ہمت ہے کہ وہ پرنس کو ان کے کسی ارادہ سے باز رکھ سکے اور پھر میری ایک ملازمہ کی حیثیت ہے میں انہیں کس طرح روک سکتی تھی۔!"

ڈی۔ ایس۔ پی خاموش ہو کر رفعت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن....!" روشی نے رفعت جاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "وہ آپ کے لئے ایک خط دے گئے ہیں۔!"

"ہوں....!" رفعت جاہ کا منہ بگڑ گیا۔ وہ چند لمحے روشی کو گھورتے رہے۔ پھر بولے "آخر تمہیں کیوں ساتھ .... نہیں لے گئے۔!"

"ہو سکتا ہے انہوں نے اس کی وجہ خط میں تحریر کردی ہو۔" روشی نے زرد رنگ کا ایک لفافہ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

رفعت جاہ نے لفافہ چاک کیا اور اونچی آواز میں خط پڑھنے لگے۔

مائی ڈیئر نواب رفعت جاہ

آج ہمیں یک بیک یاد آگیا کہ ہم شاہ دارا کیوں آئے تھے۔ ہم شاہ دارا اس لئے آئے تھے کہ یہاں کی تاریخی عمارتیں دیکھیں گے لیکن شفق کے پجاریوں کے چکر میں پڑ کر ہمیں سب کچھ بھول جانا پڑا۔ فی الحال ہم آج کم از کم دو عمارتیں دیکھنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ گو کہ اندھیرے میں ہم کو صاف نہیں دکھائی دیتا۔ لیکن پھر بھی کوشش تو کرنی چاہئے۔ ہماری سیکریٹری ہماری واپسی تک سروش محل ہی میں مقیم رہے گی اگر آپ چاہیں تو اسے یرغمال کے طور پر رکھ سکتے ہیں ہمارے لئے اُسے انکار نہ ہوگا۔

کنور سلیم آف ڈھمپ

رفعت جاہ نے وہ خط ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اس پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔

"کیا آپ کو ان حضرت پر کسی قسم کا شبہ ہے۔!"

"آپ کو تو اس کا علم ہو ہی گیا ہوگا کہ وہ کس طرح سروش محل کی حدود میں داخل ہوا تھا۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ میں اسے کیا سمجھوں۔!"

"اگر آپ اس کے خلاف کوئی تحریری بیان دے سکیں تو بہتر ہے۔!"

"نہیں.... ابھی میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ بھئی قصہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت کے ایک ذمہ دار آدمی نے تصدیق کی ہے کہ وہ ڈھمپ کا شہزادہ ہے۔!"

"ڈھمپ کہاں ہے" ڈی۔ ایس۔ پی نے پیشانی پر شکنیں ڈال کر کہا۔ "میں نے یہ نام پہلی بار سنا ہے۔!"

"شمالی پہاڑی سلسلے میں ایک آزاد علاقہ ہے۔" روشی بول پڑی۔

"ہوگا....!" نواب رفعت جاہ نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ ان کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس والے رخصت ہو گئے۔

دوسری صبح رفعت جاہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے عمران کو ناشتے کی میز پر موجود پایا۔ انہوں نے صبح ہی صبح محافظوں سے رات بھر کی رپورٹ طلب کی تھی۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی عمران کی واپسی کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

عمران نے انہیں متحیر دیکھ کر ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا۔ "ہم آپ کو صرف یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ہم جب بھی چاہیں سروش محل سے جاسکتے ہیں اور اسی طرح واپس آسکتے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔!"

رفعت جاہ کچھ نہ بولے نہ جانے ان کا چہرہ کیوں ستا ہوا سا معلوم ہو رہا تھا۔ اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ حال ہی میں بستر علالت سے اٹھے ہوں۔

ناشتہ بہت خاموشی سے ہوا۔ البتہ کبھی کبھی رفعت جاہ عمران کو گھورنے لگتے تھے۔ عمران بھی خاموش ہی ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی نئے واقعہ کا منتظر ہو۔ آخر ایک واقعہ ہو ہی گیا۔

رفعت جاہ نے پائپ میں استعمال کی جانے والی تمباکو کا ڈبہ اٹھایا اور اس کا ڈھکن کھول کر تمباکو نکالنے کیلئے اس میں اپنی انگلیاں ڈال دیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران نے انہیں چونکتے دیکھا اور ان کی انگلیاں تمباکو کی بجائے کاغذ کا ایک تہہ کیا ہوا ٹکڑا دبائے ہوئے باہر آئیں۔

رفعت جاہ مضطربانہ انداز میں اس کی تہیں کھول رہے تھے۔ پھر دفعتاً ان کے چہرے کی رنگت زرد ہو گئی۔ عمران بھی کاغذ ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے....!" رفعت جاہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑائے۔

"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔" عمران نے پوچھا۔

"ضرور.... ضرور....!" رفعت جاہ کا لہجہ طنزیہ تھا۔ عمران نے کاغذ اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ ٹائپ کے حروف میں تحریر تھا۔

"رفعت جاہ

اب وہ دونوں تصویریں نکال کر کمپاؤنڈ میں کسی جگہ رکھو.... اور یہ آخری وارننگ ہے۔ ورنہ آج ہی سے صحیح معنوں میں تم پر مصیبتوں کا نزول شروع ہو جائے گا۔ گیارہ بجے سے پہلے پہلے میں وہ دونوں

تصویریں کمپاؤنڈ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ ٹھیک گیارہ بجے تمہارا کوئی عزیز دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

پجاری"

"آپ واقعی بہت ضدی ہیں۔" عمران تشویش کن لہجے میں بولا۔ "لیکن آخر آپ اپنی ضد پر کسی عزیز کو کیوں قربان کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اب پجاری اپنی کسی بھی دھمکی کو عملی جامہ پہنا ڈالے گا۔!"

"پھر میں کیا کروں....!" نواب رفعت جاہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"تصویریں کمپاؤنڈ میں رکھوا دیجئے۔!"

"نہیں.... میں ڈی۔ ایس۔ پی سے مشورہ لئے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔ آخر وہ انہیں کمپاؤنڈ میں کیوں رکھوانا چاہتا ہے۔ کیا وہ اتنا ہی چالاک ہے کہ انہیں اتنے آدمیوں کی موجودگی میں اٹھا لے جائے گا۔!"

"کچھ بھی ہو آپ کو وہی کرنا چاہئے جو اس نے لکھا ہے۔!"

"ٹھہریئے.... میں ڈی۔ ایس۔ پی کو اس کی اطلاع دیئے بغیر ایسا نہیں کر سکتا.... رفعت جاہ نے کہا اور میز سے اٹھ گئے۔ عمران وہیں بیٹھا رہا۔ تقریباً دس منٹ بعد رفعت جاہ پھر واپس آئے۔

"میں نے فون کیا ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی جلد ہی یہاں پہنچ جائے گا۔!" رفعت جاہ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس بار ڈی۔ ایس۔ پی دس مسلح کانسٹیبلوں کے ساتھ آیا۔ دو سب انسپکٹر بھی تھے۔ اس نے بھی رفعت جاہ کو یہی رائے دی کہ تصویریں کمپاؤنڈ میں رکھوا دی جائیں۔

"تصویریں میں نے محل کے ایسے تہہ خانے میں چھپائی ہیں جہاں کسی کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔" نواب رفعت جاہ نے کہا۔

"چلئے اگر میری مدد کی ضرورت ہو تو میں تیار ہوں.... مگر مناسب یہی ہے کہ آپ ان تصویروں کو نکلوا لیں۔!"

کچھ دیر بعد عمران بھی ان کے ساتھ تہہ خانے میں موجود تھا۔ جس کے متعلق رفعت جاہ کا خیال تھا کہ وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ لیکن بظاہر رفعت جاہ کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ

وہاں عمران کی موجودگی پر احتجاج کر سکتے۔ کیوں کہ وہاں لکڑی کے تین بڑے بڑے فریم رکھے ہوئے تھے لیکن تصویریں کہیں نہیں نظر آ رہی تھیں۔

"میرے.... خدا....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "انہیں تو دیمک نے صاف کر دیا۔!"

دونوں فریموں کے کینواس دیمک کی مٹی سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پھر انہیں ہاتھ لگاتے ہی لکڑی کے فریموں کے سوا اور کچھ نہ رہ گیا۔ دیمک نے دونوں کے کینواس چاٹ ڈالے تھے۔

"اب کیا ہوگا....!" رفعت جاہ بے بسی سے بڑبڑائے۔

"فکر نہ کیجئے۔!" ڈی۔ ایس۔ پی بولا۔ "آپ دوسری کوئی تصویریں کمپاؤنڈ میں رکھوا دیجئے۔ میں ان لوگوں کو دیکھ لوں گا۔!"

وہ تہہ خانے سے نکل آئے۔ نواب رفعت جاہ ڈی۔ ایس۔ پی کا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ ان کی حالت کچھ ایسی ہی تھی کہ وہ قدم قدم پر لڑکھڑا رہے تھے۔

ہال سے تین بڑی تصویریں اتاری گئیں اور پھر انہیں ڈی۔ ایس۔ پی نے اپنی دانست میں ایک ایسی جگہ رکھوا دیا جہاں دشمن چاروں طرف سے مار کھا سکتا تھا۔ روشی اور عمران سب دیکھ رہے تھے لیکن خاموش تھے۔

اس وقت مرد آہن یعنی نواب رفعت جاہ پر اختلاج قلب کا دورہ پڑ گیا تھا اور وہ مضطربانہ انداز میں ادھر اُدھر دوڑے پھر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سارے اعزاء کو عمارت سے نکال لیا تھا اور وہ سب میدان میں کھڑے تھے۔ ان کے گرد پولیس کا گھیرا تھا۔ یہاں اتنی زیادہ سراسیمگی دیکھ کر ڈی۔ ایس۔ پی نے کچھ اور کانسٹیبل طلب کر لئے تھے۔

پونے گیارہ بج چکے تھے اور نواب رفعت جاہ کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ڈی۔ ایس۔ پی عمران کی طرف مڑا اور عمران نے اس سے کہا "ہمارے لئے یہ منظر بڑا عبرت ناک ہے۔ اگر نواب صاحب نے پہلے ہی یہ تصویریں....!"

"ہوں....!" ڈی۔ ایس۔ پی غرایا۔ "میں اپنی ذمہ داری پر آپ کو حراست میں لیتا ہوں۔ اگر نواب صاحب لے کسی عزیز کو معمولی سا بھی گزند پہنچا تو آپ....!"

"ارے.... انکل قدیر....!" دفعتاً نواب صاحب چیخے اور پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

"انکل قدیر کہاں ہیں.... ارے.... خدا کے لئے.... تلاش کرو....!"

وہ عمارت کی طرف بڑھے اور ان کے پیچھے عمران بھی لپکا۔ عمارت کے قریب پہنچتے پہنچتے ڈی۔ ایس۔ پی، روشی اور نجمہ کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔

"ارے او نجمہ کی بچی" رفعت جاہ دانت پیس کر بولے "تو کیوں آ گئی بھاگ... جا یہاں سے۔!"

"نہیں ماموں جان....!" نجمہ نے خشک لہجے میں کہا اور روشی کی طرف دیکھ کر بولی۔ "میں اس یوریشین عورت سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی۔ کیا وہ فولاد کی بنی ہوئی ہے۔!"

"جہنم میں جاؤ....!" رفعت جاہ نے غصیلے لہجے میں کہا اور عمارت میں داخل ہو گئے۔

گیارہ بجنے میں صرف دس منٹ رہ گئے تھے۔

"ارے وہ...." دفعتاً عمران چیخا۔ "وہ چھلانگ لگائی وہ گئے۔"

"کون....؟" ڈی۔ ایس۔ پی اس کی طرف مڑا۔

"قدیر.... انہوں نے سامنے والی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر.... وہ بارجہ پکڑ لیا تھا اور پھر اس طرف کود گئے۔!"

"نہیں....!" نواب رفعت جاہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر وہ ادھر ہی دوڑنے لگے جدھر عمران نے اشارہ کیا تھا۔ وہ زینہ طے کر کے اوپری منزل پر پہنچ گئے۔

اور نواب رفعت جاہ ایک کمرے کی طرف جھپٹے۔ ان کے ساتھ ہی نجمہ اور ڈی۔ ایس۔ پی بھی اندر گھستے چلے گئے۔ روشی بھی ان کا ساتھ دینے ہی والی تھی کہ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے.... ارے...." پیچھے سے ہدہد چیخا۔ مگر عمران کمرے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ جس میں وہ تینوں داخل ہوئے تھے۔

"یہ کیا حرکت...." اندر سے ڈی۔ ایس۔ پی دھاڑا۔

"تم مجھے حراست میں لینے والے تھے نا۔" عمران نے دروازے کو بولٹ کرتے ہوئے کہا۔

"او سور کے بچے.... دروازہ کھولو....!" نواب رفعت جاہ دروازہ پیٹ رہے تھے۔ "تم مکار.... جھوٹے قدیر یہاں موجود ہے.... دروازہ کھولو....!"

"گیارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ مری جان نواب صاحب....!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو....!" روشی اسے جھنجھوڑ کر بولی۔

"میں.... میں.... ان سموں کو ختم کرنے جارہا ہوں۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "صرف چار منٹ رہ گئے ہیں اس کے بعد ان سموں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ سنتے ہو نواب مچھر جاہ.... میں شفق کا پجاری ہوں صرف ساڑھے تین منٹ اور رہ گئے ہیں۔!"

"پاگل دیوانے.... دروازہ کھولو....!" رفعت جاہ برابر چیخے جارہے تھے اور اس انداز میں دروازہ پیٹ رہے تھے جیسے اسے توڑ کر باہر نکل آئیں گے۔

"ڈی۔ ایس۔ پی سٹی....!" عمران نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا قدیر اندر موجود ہے۔ میں محکمہ داخلہ کا ایک نمائندہ تم سے جواب طلب کر رہا ہوں۔!"

"قدیر یہاں ہے۔ اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں۔!"

"تب پھر تم اپنا ریوالور نکال لو.... شفق کا پجاری اسی کمرے میں بند رہے۔!"

عمران نے کچھ اور بھی کہنا چاہا لیکن رفعت جاہ کی چیخم دھاڑ میں اس کی آواز مدغم ہو گئی۔

"رفعت جاہ صرف دو منٹ اور رہ گئے ہیں۔" عمران غرایا۔

"کیا کہا تھا۔ محکمہ داخلہ کا نمائندہ....!" اندر سے ڈی۔ ایس۔ پی نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں نمائندہ خصوصی.... کیا سارے ملک کے حکام کے پاس اُس کے لئے محکمہ داخلہ کا مخصوص حکم نامہ موجود نہیں ہے۔!"

"آپ.... یعنی کہ.... علی.... عمران.... صص صاحب....!" ڈی۔ ایس۔ پی ہکلایا۔

"ہاں.... میں ہی ہوں.... نواب صاحب.... صرف ایک منٹ اور رہ گیا ہے....!"

"کھولو.... سور کے بچے.... کھولو.... رفعت جاہ پاگلوں کی طرح چیخے جارہے تھے۔!"

"رفعت جاہ کے ہاتھوں میں ہتھ کڑی ڈال دو۔" عمران غرایا۔ "میں انہیں اقدام قتل اور دواؤں کے ذریعہ قدیر اور اڈلفیا کے ایک ویٹر کے دماغ خراب کرنے کے جرم میں حراست میں لیتا ہوں۔:"

"ہاہاہا....!" دفعتاً رفعت جاہ کا وحشیانہ قہقہہ بند کمرے میں گونج اٹھا۔

"ایک منٹ.... ہاہا.... ہاہا.... تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے.... نہیں کر سکتے.... تم سموں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔!"

دفعتاً اندر سے اس قسم کی آوازیں آنے لگیں جیسے دو آدمی ایک دوسرے سے لپٹ پڑے ہوں۔ نجمہ چیخ رہی تھی۔ "خدا کے لئے دروازہ کھولو.... بچاؤ.... بچاؤ....!"

"کھولو.... دروازہ....!" روشی عمران کو دھکیل کے آگے بڑھی۔

"کیسی تفریح ہے۔" عمران اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ روشی دروازہ کھول چکی تھی۔ رفعت جاہ اور ڈی۔ ایس۔ پی ایک دوسرے پر پلے پڑ رہے تھے۔ نجمہ پاگلوں کی طرح باہر بھاگی۔

"مرے.... مرے.... تم سب مرے.... !" رفعت جاہ نے پھر قہقہہ لگایا۔

"تم شاید خواب دیکھ رہے ہو رفعت جاہ۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ "جہاں تم نے پچھلی رات ٹائم بم رکھا تھا وہاں اب تمہیں موتی چور کا لڈو ملے گا۔ کیا سمجھے۔!"

"اوو...... چھوڑو....!" رفعت جاہ نے ڈی۔ ایس۔ پی کا بازو منہ میں بھر لیا اور وہ درد کی شدت سے کراہا۔ اسی اثناء میں اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور رفعت جاہ نے اسے ایک طرف دھکا دے کر دروازے میں چھلانگ لگائی۔

لیکن دروازے پر عمران جما کھڑا تھا.... لہٰذا ڈی۔ ایس۔ پی کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ رفعت جاہ کے دوبارہ کمرے آگرنے کی وجہ کیا تھی۔

قدیر ایک پلنگ پر بیہوش پڑا تھا اور اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ رفعت جاہ نے فرش پر پڑے ہی پڑے قدیر پر چھلانگ لگائی لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران نے ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔

"ہتھ کڑی لگاؤ۔" عمران نے ڈی ایس پی سے کہا۔

عمران نے رفعت جاہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے اور رفعت جاہ کی جدوجہد برابر جاری تھی۔ لیکن عمران کی گرفت سے نکل جانا آسان کام نہیں تھا۔

باہر نجمہ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہی تھی.... "سب پاگل ہیں.... یہاں سب پاگل ہیں۔!"

کچھ دیر کے بعد سروش محل کا ہال مقامی حکام سے بھرا ہوا تھا۔ چونکہ معاملہ ایک معزز آدمی کا تھا اس لئے تقریباً سبھی آئے تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو رفعت جاہ کو اس حال میں دیکھ کر غصے میں بھر گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ رفعت جاہ کے خلاف کچھ ثابت کئے بغیر ہتھ کڑی لگانی چاہئے تھی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے عمران سے سوال کیا کہ رفعت جاہ کو کس جرم میں گرفتار کیا

گیا ہے۔

"اقدام قتل.... فراڈ.... دواؤں کے ذریعے دو افراد کی ذہنی حالت خراب کرنا.... قدیر پاگل نہیں تھا.... اسے بعض زہریلی اشیاء کے ذریعہ پاگل بنایا گیا ہے اور اس کی ذمہ داری سراسر رفعت جاہ پر ہے۔ اڈلفیا کا ایک ویٹر بھی انہیں حالات کا شکار ہوا ہے اور اس کا ذمہ دار بھی یہی شخص ہے۔ پچھلی رات اس نے اسی عمارت کے ایک کمرے میں ٹائم بم رکھا تھا۔ اور اس کے بعد اس کے دو ملازموں نے بیہوش قدیر کو اس کمرے میں پہنچادیا تھا۔ میں نے اس ٹائم بم کو چیک کیا تھا وہ آج ٹھیک گیارہ بجے پھٹ جاتا، اس طرح شفق کے پجاری کی دھمکی عملی جامہ پہن لیتی یعنی قدیر کے پرخچے اڑ جاتے اور پولیس شفق کے پجاری کی تلاش میں سرگرداں نظر آتی۔ اسی لئے رفعت جاہ نے انتظام کیا تھا کہ پولیس موقع واردات پر پہلے ہی سے موجود رہے۔ رفعت جاہ نے قدیر کو تلاش کرنے کے لئے بڑی شاندار ایکٹنگ کی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیں اس کمرے تک ہرگز نہ لے جاتا جہاں قدیر سچ مچ موجود تھا۔ ہم عمارت کے دوسرے حصوں میں ہوتے کہ ہمیں ایک دھماکہ سنائی دیتا۔ ٹائم بم زیادہ قوت والا نہیں تھا۔ اس سے صرف قدیر کا سر غائب ہو جاتا۔ عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ واضح رہے کہ یہ ٹائم بم قدیر کے تکئے کے نیچے رکھا گیا تھا۔ آپ خود سوچئے کہ آخر رفعت جاہ کو قدیر کا خیال صرف پندرہ منٹ پہلے کیسے آیا۔ جب کہ وہ بقیہ عزیزوں کو چن چن کر عمارت سے باہر نکال لایا تھا۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ ہمیں پندرہ منٹ تک عمارت کے دوسرے حصوں میں ٹہلاتا پھرے۔ اور اسی اثناء میں بم پھٹ جائے۔ مگر بم تو میں نے اسی وقت ہٹا دیا تھا جب وہ قدیر کو وہاں لٹا کر باہر چلے گئے تھے۔ رفعت جاہ کو شاید یقین نہیں تھا کہ قدیر مقررہ وقت تک بیہوش رہے گا۔ لہٰذا اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا۔!"

"مگر پھر وہ قدیر کے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔!" کسی نے کہا۔ "حالانکہ اس وقت تک دھماکہ بھی نہیں ہوا تھا اور گیارہ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔!"

"میں نے نفسیاتی طور پر انہیں اس کے لئے مجبور کر دیا تھا۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "جب ہم عمارت میں داخل ہو رہے تھے میں نے چیخ کر کہا "وہ رہا.... وہ گیا.... اوپر.... اس پر رفعت جاہ رک گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی ابھی قدیر فلاں کھڑکی سے کود کر فلاں بارجے پر گیا ہے۔

رفعت جاہ چونکہ تھوڑا بہت نروس بھی تھا لہٰذا اسے یقین آگیا اور اس نے غیر ارادی طور پر اسی کمرے کا رخ کیا جہاں اس نے پچھلی رات قدیر کو چھوڑا تھا۔ بہرحال شفق کے پجاری کا کھڑاگ اسی لئے پھیلایا گیا تھا کہ رفعت جاہ پولیس کی ناک نیچے ہی اتنا بڑا جرم کرنے کے بعد بھی معصوم رہ سکے قدیر مرجاتا اور پولیس شفق کے پجاری کی تلاش میں بھاگی بھاگی پھرتی اور آخر کار اس کیس کا فائل ہی بند کر دیا جاتا۔ بھئی شفق کے پجاری کا وجود ہوتا تو پولیس کسی نہ کسی طرح اُسے ڈھونڈ نکالتی.... مگر ایسی صورت میں جب کہ رفعت جاہ پر شبہ کئے بغیر ہی سراغ رسانوں کے گھوڑے دوڑتے رہتے تو نتیجہ معلوم.... ٹھہریئے ابھی کوئی سوال نہ کیجئے۔ مجھے کہہ لینے دیجئے یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ شفق کے پجاریوں کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے رفعت جاہ کے جو آدمی ہاتھ لگا وہ میں ہی تھا۔ شاید اس نے اڈلفیا کے ویٹر کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط کسی بیوقوف آدمی کے ہاتھ لگنا چاہئے.... جو اسے لے کر سیدھا پولیس اسٹیشن دوڑا چلا جائے یا وہیں ہوٹل ہی میں چیخ چیخ کر اس کا اعلان کرنے لگے۔ پھر ویٹر کا دماغ خراب کر دیا گیا تاکہ وہ کسی سے کچھ کہہ نہ سکے اور وہیں سے ایک پراسرار اور ہنگامہ خیز جاسوسی ناول اسٹیج ہونا شروع ہو جائے.... لیکن یہ بیسویں صدی ہے.... آج کل فوانچو.... سومرو.... ڈاکٹر نکولا.... یا مقدس جوتا ٹائپ کی لغویتیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔!"

"مگر یہ سب کچھ ہوا کیوں....!" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں یہ سب کچھ نہ بتاؤں گا۔ میرے پاس ایسے کاغذات موجود ہیں جو ثبوت کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں اور ان سے جرم کا مقصد بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ براہِ راست محکمہ داخلہ کی تحویل میں جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت اس سلسلے میں اپنے طور پر کوئی علیحدہ کاروائی کرنا چاہے۔ بہرحال رفعت جاہ کو تا حکم ثانی حراست میں رکھا جائے اور اس کے لئے صرف میں ذمہ دار ہوں۔ میں نہیں بلکہ محکمہ داخلہ ذمہ دار ہے۔!"

اس کے بعد کسی نے کچھ نہیں پوچھا لیکن موڈ سب کا خراب ہو گیا تھا۔ سبھوں کو رفعت جاہ سے ہمدردی تھی۔ کوئی اسے باور کرنے کو تیار ہی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ رفعت جاہ پر لگائے جانے والے الزامات صحیح ہوں گے۔

اسی شام کو روشی اور عمران اڈلفیا میں واپس آگئے۔ نجمہ بھی ان کے ساتھ چلی آئی تھی۔

غالباً وہ اس چکر میں تھی کہ عمران سے سب کچھ معلوم کرے۔ لیکن آخر اسے مایوس ہو کر واپس جانا پڑا۔

مگر روشی سے وہ اپنا پیچھا کیسے چھڑاتا۔

"او..... تمہیں بتانا پڑے گا طوطے..... آخر اس نے تنہا یہ سب کچھ کیسے کر ڈالا.....!"

روشی نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا۔

"تنہا..... نہیں..... تو..... اس کے ساتھ کئی آدمی تھے لیکن انہیں اصل مقصد کا علم نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ رفعت جاہ نے شفق کے پجاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔ وہ اسی کے آدمی تھے۔ جنہوں نے تمہیں اور ہد ہد کو پکڑا تھا۔ تم اس غلط فہمی میں بھی نہ مبتلا رہنا کہ تم نے اپنی حکمت عملی سے رہائی حاصل کی تھی۔ رفعت جاہ کا پروگرام ہی یہی تھا کہ تم لوگ بلا کر چھوڑ دیئے جاؤ تاکہ پولیس کو شفق کے پجاریوں کے وجود کا یقین ہو سکے۔ دوسری طرف اس نے اپنے آدمیوں کو یہ سمجھایا ہوگا کہ میں تم یا ہد ہد شفق کے پجاریوں سے تعلق رکھتے ہو۔!"

"مگر وجہ بتاؤ..... وجہ..... اس نے اتنا کھڑاگ پھیلایا کیوں تھا۔ وہ قدیر کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا۔!"

"کیونکہ وہ اپنے باپ کی اولاد نہیں تھا۔!"

"کیا مطلب.....!"

قدیر کے پاس اس کے ثبوت میں کچھ کاغذات موجود تھے جنہیں وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کسی طرح اسے علم ہو گیا تھا کہ قدیر کے پاس ایسے کاغذات موجود ہیں۔ لہٰذا اس نے پہلے تو شاید سیدھی طرح کام نکالنا چاہا لیکن قدیر اس پر رضامند نہیں ہوا ظاہر ہے کہ جب قدیر نے ایسے کاغذات کی طرف سے لاعلمی ظاہر کی ہوگی تو رفعت جاہ نے سوچا ہوگا کہ ممکن ہے کہ اب وہ انہیں اس کے خلاف استعمال ہی کر بیٹھے۔ لہٰذا اس نے کسی قسم کے زہر سے اس کی دماغی حالت ہی برباد کردی۔ لیکن شاید دماغی حالت خراب ہونے سے پہلے قدیر ان کاغذات کے متعلق سوچتا رہا تھا۔ لہٰذا پاگل ہو جانے کے بعد بھی اُن خیالات کی پرچھائیاں آپس میں گڈمڈ ہو کر اس کے ذہن میں چکراتی رہیں وہ ان کاغذات کے لئے جگہ جگہ زمین کھودتا رہتا اور رفعت جاہ وہاں

کنوئیں کھدواتا رہتا۔ ہو سکتا ہے کہ رفعت جاہ نے اسی لئے اس کا دماغ خراب کیا ہو کہ وہ پاگل پن ہی میں اس جگہ تک رسائی کر جائے جہاں اس نے کاغذات چھپائے ہوں۔ یہی بات درست ہو سکتی ہے۔ اسی لئے وہاں کنواں کھدوا دیتا تھا۔ جہاں قدیر صرف ایک ہی بالشت زمین کھود ڈالتا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ وہ کاغذات ایک جگہ دفن ہی تھے میں نے ایک بار قدیر کو بڑبڑاتے سنا تھا باتیں قطعی بے ربط تھیں۔ لیکن میں نے پچھلی رات داتا گنج جا کر اس کے مکان کا جائزہ لیا تو اس کی بے ربط باتیں یاد آنے لگیں۔ وہاں ایک پیپل کا درخت تھا جس کے نیچے بکری کی مینگنیاں بکھری ہوئی تھیں اور پیپل کی کئی جڑیں زمین کی سطح سے اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی بے ربط باتیں جو سنی تھیں ان میں پیپل کی سب سے موٹی جڑ کا حوالہ بھی تھا..... پھر مجھے یاد آیا کہ قدیر زمین کھودنے کے خبط میں مبتلا تھا..... بس میں نے پیپل کی سب سے موٹی جڑ کے نیچے کھودنا شروع کردیا۔ شاید ڈیڑھ فٹ نیچے ہی کسی سخت چیز سے کدال ٹکرائی اور لوہے کا ایک چھوٹا سا صندوق تھا..... بس پھر وہیں سے رفعت جاہ کا بیڑہ غرق ہونے لگا۔ میں نے اس وقت تک ان لوگوں کے پیچھے لگا رہا جب تک کہ یہ قدیر کو اس کمرے میں لٹا کر باہر نہیں چلے گئے..... آہاں..... اب آگے میں نہیں بتاؤں گا۔

"بتانا پڑے گا طوطے..... ورنہ میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گی اور میں جو کچھ کہتی ہوں تم اچھی طرح جانتے ہو۔!"

عمران نے بُرا سا منہ بنا کر ایک طویل سانس لی اور بولا "وہ صولت جاہ کی اولاد نہیں ہے۔ خود صولت جاہ کی تحریر اس سلسلے میں موجود ہے اور اسی تحریر کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا تھا۔ صولت جاہ کا بیان ہے کہ وہ شادی کے پانچ ماہ بعد پیدا ہوا تھا۔ ان کاغذات کے ساتھ شادی کا سرٹیفکیٹ اور رفعت جاہ کی پیدائش کا سرٹیفکیٹ بھی موجود ہے۔ لیکن صولت جاہ کھلم کھلا اس کا اظہار کر سکا اور نہ یہی کر سکا تھا کہ رفعت جاہ کی ماں کو طلاق دے دیتا کیوں کہ وہ انگلینڈ کے ایک نائٹ کی لڑکی تھی۔ اس نے صولت جاہ کو ڈرا لیا تھا کہ اگر اس نے اس بات کا اعلان کیا تو اس سے خطاب اور جاگیر دونوں چھین لئے جائیں گے۔ صولت جاہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ مجبوراً اسے خاموش رہ جانا پڑا۔ لیکن اس نے یہ سب کچھ صرف قدیر کی والدہ یعنی اپنی سوتیلی ماں کو بتا دیا تھا۔ بلکہ اپنے تحریری بیان کے ساتھ وہ سارے ثبوت بھی اس کے حوالے کر دیئے تھے جو اس سلسلے میں کام آ سکتے۔ اس نے لکھا ہے کہ

سب کچھ محض اسلئے کر رہا ہے کہ ممکن ہے کبھی ملک انگریزوں کے پنجے سے آزاد ہی ہو جائے اس وقت یہ کاغذات قومی حکومت کے سامنے پیش کر کے صحیح حق دار کا حق دلوا دیا جائے۔

"بڑا چالاک تھا....!"

"پتہ نہیں.... چالاک تھا یا گھامڑ...." عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مگر اس گدھے نے دو شادیاں کی تھیں۔ پتہ نہیں یہ لوگ دو شادیاں کر کے زندہ کیسے رہتے ہیں۔!"

"کر کے دیکھو....!"

"نہیں.... بس.... اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک آدمی نے شادی کر لی تھ !"

"کس نے....!"

"ڈیڈی نے.... !ان کی شادی پر میں آج تک پچھتا رہا ہوں۔" عمران نے گلوگیر آوار میں کہا اور چیونگم کا پیکٹ پھاڑنے لگا۔

پھر یہ کہانی یہیں نہیں ختم ہو گئی۔ رفعت جاہ کی طرف سے آج تک مقدمہ لڑا جا رہا ہے۔ ویسے بہترین قسم کے قانون دانوں کی یہی رائے ہے کہ رفعت جاہ کا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ جائیداد نجمہ کی ماں ہی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ قدیر اور اڈلفیا کا ویٹر آج بھی صحیح الدماغ نہیں ہو سکے۔

(ختم شد)